سیرۃ فریدیہ

یعنی

حالات زندگی

نواب دبیر الدولہ امین الملک خواجہ فرید الدین احمد خان بہادر مصلح جنگ

وزیر

ابو النصر معین الدین محمد اکبر شاہ ثانی

مؤلفہ

ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر ایل ایل ڈی کے سی ایس آئی

موروثی خطاب شاہی

جواد الدولہ سید احمد خان بہادر عارف جنگ

در مطبع مفید عام آگرہ باہتمام آقا علیخان صوفی طبع شد

سنہ ۱۸۹۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیرت فریدیہ

یعنی

حالاتِ زندگی نواب دبیر الدولہ امین الملک خواجہ فریدالدین احمد خان بہادر مصلح جنگ وزیر اکبر شاہ ثانی

خواجہ فریدالدین احمد خان جنکو اکبر شاہ ثانی کے عہد مین عہدۂ وزارت اور مذکورۂ بالا خطاب ملا تھا حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کی اولاد مین ہین جنکا مزار مرو مین ہے اور شاہ ہمدان کے لقب سے مشہور ہین۔

ہمدان عراق عجم مملکت ایران کا ایک شہر طہران سے ایک سو ساٹھ[۱۶۰] میل کے فاصلہ پر ہے - یہہ شہر نہایت آباد اور تجارتگاہ تہا - تیمور نے اوسکو تباہ کردیا معجم البلدان مین اسکا عرض بلد ۳۶ درجہ اور طول بلد مغرب سے ۷۳ درجہ لکہا ہے - انگریزی مہندسون نے اوسکا عرض بلد ۳۴ درجہ ۵۰ دقیقہ اور طول شرقی گرینج سے ۴۸ درجہ ۳۲ دقیقہ قرار دیا ہے -

خواجہ یوسف ابن ایوب ابن یوسف الہمدانی اولیاے کبار مین تہے اونکا لقب ابو یعقوب ہے وہ سنہ ۴۴۰ ہجری مطابق سنہ ۱۰۴۸ع مین پیدا ہوے اور سنہ ۵۳۵ھ مطابق سنہ ۱۱۴۰ع مین بمقام بامین جو مرو کے راستے پر ہے انتقال کیا - اول اونکے جنازہ کو وہین دفن کردیا اور پہر مرو مین لیجاکر اوس مقبرہ مین جو اونکے نام سے مشہور ہے دفن کیا - پچانوے برس کی عمر ہوی - بغداد مین انہون نے تعلیم پائی اور ابو اسحاق فقیہ سے علم فقہ پڑہا - اونکا مذہب حنفی تہا اور شیخ عبد اللہ جوینی کے مرید تہے اور اون ہی سے خرقۂ خلافت پایا تہا عراق عجم اور خوارزم اور خراسان اور ماوراء النہر مین اونکی کمال شہرت تہی - مرو مین سکونت اختیار کرلی تہی - خواجہ عبد اللہ برقی - خواجہ حسین اندانی - خواجہ احمد یسوی - خواجہ عبد الخالق غجدوانی اونکے خلفاے کبار مین سے ہین - (تاریخ یافعی - نفحات الانس جامی - سفینۃ الاولیاء - انوار العارفین - طبقات الکبری عبد الوہاب شعرانی) -

اونکے انتقال کے بعد اونکی اولاد مرو سے کشمیر مین جابسی تہی - کشمیر مین اور

ملکون سے بہی مسلمان آکر آباد ہوے - مگر وہ کشمیری الاصل نہین ہین - بلکہ نزیل کشمیر ہین - کشمیری الاصل وہی ہین جو وہان کے اصل باشندے تہے اور مسلمان ہوگیے ہین - کشمیر کے اصل باشندے اپنے گوت کا ایک لقب رکہتے ہین اور اوسکو آل کہتے ہین - اس زمانہ مین بہی تمام کشمیری ہندو جو کشمیری پنڈت کہلاتے ہین اپنے نام کے ساتہہ اپنا آل لگاتے ہین - اون مین سے جو مسلمان ہوگیے ہین وہ بہی نسل در نسل اپنی آل کو یاد رکہتے ہین اور گویا وہ نشانی اونکے کشمیری الاصل ہونیکی ہے - جو نزیل مسلمان مدت دراز سے کشمیر مین رہنے لگے ہین اور وہان اونکی پشتین گذر گیئن وہ بہی کشمیری کہلاتے ہین - مگر اونکے ساتہہ کوئی آل جو کشمیری الاصل ہونیکی علامت ہے نہین ہوتا - خواجہ یوسف ہمدانی کی اولاد اور خواجہ عبد اللہ احرار کی اولاد جو کشمیر مین آباد ہوگیئی در اصل انہین کا لقب خواجہ کا تہا - مگر ہندوستان مین بہت سے مسلمان کشمیریون نے بہی جو کشمیری الاصل ہین یہ لقب اختیار کرلیا ہے -

خواجہ **فریدالدین** احمد ۱۱۶۱ہجری مطابق ۱۷۴۷ء کے دلی مین پیدا ہوے اونکے والد کا نام خواجہ اشرف تہا - اونکے دادا خواجہ عبد العزیز کشمیر سے بطریق تجارت دلی مین آیے تہے - اور کشمیری شال کی تجارت کرتے تہے اور ریشم کی تجارت کا بہت بڑا کارخانہ تہا - اخیر کو انہون نے دلی ہی مین توطن اختیار کرلیا تہا -

خواجہ **اشرف** کے آٹہہ بیٹے تہے - خواجہ فریدالدین - خواجہ علاؤالدین - خواجہ شہاب الدین - خواجہ نورالدین - خواجہ محی الدین - خواجہ نجیب الدین - خواجہ حسام الدین

خواجہ کمال الدین۔ انمین سے جو سب سے بڑے نامی ہوئے اور جنکو ہزارون آدمیون
نے سجدہ کیا اور معبود اللہ کہا وہ خواجہ نجیب الدین تہے وہ ابتدائی عمر سے رسول شاہی
فقیر ہوگیے تہے جو سُہروردی خاندان مین ایک نیا فرقہ رسول شاہ جی کے پیرو ون کا پیدا
ہوگیا تہا اور مولوی محمد حنیف جو رسول شاہ جی کے جانشین تہے خواجہ نجیب الدین اونکے
چیلے ہوگیے تہے۔ اور اونکے پیر نے فدا حسین اونکا نام رکہہ دیا تہا۔ شاہ فدا حسین نے
تمام علمی کتابین اپنے پیر سے پڑہین اور جب تحصیل پوری ہوگئی تو اپنے مرشد کے حکم سے
کل کتابین کنوئین مین ڈال دین۔ اونکا مشرب اور عمل وحدت وجود پر تہا اور وضع یہ تہی
کہ ڈاڑہی مونچہہ کا صفایا۔ ایک لنگوٹی باندہے۔ اور سارے بدن پر کوئیلے کی اکہہ
ملے ہوے جو بھبھوت کہلاتی تہی بیٹہے رہتے تہے۔ اگر حجرہ سے باہر نکلتے تو ایک
تہمت گہٹنون تک لپیٹ لیتے تہے اور سر پر ایک مثلث رومال باندہ لیتے تہے۔
انہون نے اٹہارہوین محرم روز پنجشنبہ ۱۲۵۹ھ ہجری مطابق ۱۸۴۳ء مین انتقال کیا
اونکا مزار الور مین رسول شاہیون کے تکیہ مین ہے جو چمیلی باغ کہلاتا ہے۔
شاہ فدا حسین بہت مستعد عالم تہے اور کبہی کبہی کسی کو فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ
اور دیگر تصنیفات حضرت محی الدین ابن عربی اور دیگر اہل وحدت وجود کی نہایت عمدگی
اور خوبی سے پڑہاتے تہے۔

خواجہ علاء الدین صاحب نے بہی مثل بزرگانِ دین کے درویشی اختیار کی
تہی اور طریقہ علیا نقشبندیہ مین شاہ محمد آفاق صاحب کے مرید اور خلیفہ تہے

اور حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ ادا کی تہی۔ اگرچہ انہون نے تاہل کیا تہا مگر
تمام عمر گوشہ نشینی اور ذکر و اذکار و زہد و مجاہدہ مین گذرانی اور ۲۰ جمادی الاول روز
یکشنبہ ۱۲۷۱ ہجری مطابق ۱۸۵۵ء کے انہون نے انتقال کیا۔ اونکے تین بیٹے
تہے خواجہ ضیاء الدین صاحب جو ایک مشہور واعظ تہے اور خواجہ کمال الدین صاحب
ان دونون صاحبون نے انتقال کیا مگر اونکے سب سے بڑے بیٹے حکیم خواجہ
بہاء الدین صاحب جاورہ مین موجود اور اس وقت تک زندہ ہین۔
خواجہ حسام الدین نے اپنی جوانی مین دریائے چنبل مین ڈوب کر اور خواجہ کمال الدین
نے عالم شباب مین مرض موت مین مبتلا ہوکر انتقال کیا تہا۔
خواجہ شہاب الدین عربی نسخ خط لکہنے کے اوستاد تہے اور انگریزی عملداری
مین کسی محکمہ مین ناظر ہوگیے تہے۔
خواجہ محی الدین کو سرکار بادشاہی مین تعلق ہوگیا تہا اور خواصان شاہی کے
سرجوکی ہوگیے تہے۔
خواجہ نور الدین کو چند روز تک دربار سیندہیہ مین فوج سوارون مین کوئی عہدہ
افسری کا مل گیا تہا۔
مگر خواجہ فرید الدین احمد سب زیادہ اقبال مند ہونے والے تہے۔ اون کو ابتدا
عمر سے تحصیل علم کا بہت شوق تہا اور علوم ریاضیہ سے اونکو طبعی مناسبت تہی وہ
علم کی تحصیل کیطرف متوجہ تہے۔ دلی مین انہون نے درسی کتابون کو تمام کیا دلی

مین کوئی شخص علوم ریاضیہ مین زیادہ مشہور نہ تہا - مگر علامہ تفضل حسین خان لکہنوی تمام علوم مین اور خصوصاً علوم ریاضیہ مین نہایت مشہور تہے اور لوگون نے علامہ کا لقب اونکو دیا تہا - خواجہ فریدالدین احمد علوم ریاضیہ کی تحصیل اور تکمیل کے لیے لکہنو گیے اور انتہا درجہ تحصیل کی جو کتابین علوم ریاضیہ کی ہین اون سے پڑہین اور دو تین سال وہان رہ کر دلی واپس آیے -

یہہ زمانہ نواب آصف الدولہ کا تہا - کیونکہ نواب آصف الدولہ ۲۵ ذیقعدہ سنہ ۱۱۸۸ھ مطابق سنہ ۱۷۷۴ع کے مسند نشین ہوے تہے اور سنہ ۱۱۹۵ ہجری مطابق سنہ ۱۷۸۰ع کے اونہون نے لکہنو کو دارالریاست قرار دے لیا تہا - نواب آصف الدولہ کا انتقال ۲۸ ربیع الاول سنہ ۱۲۱۲ ہجری مطابق ماہ ستمبر سنہ ۱۷۹۷ع کے ہوا - نواب آصف الدولہ کے انتقال کے بعد ۱۳ شعبان سنہ ۱۲۱۳ ہجری مطابق یکم جنوری سنہ ۱۷۹۸ع نواب سعادت علی خان مسند نشین ہوے -

علامہ تفضل حسین خان پہلے جنرل پامر کے پاس منشی تہے - پہر اونکی سفارش سے نواب آصف الدولہ نے اون کو اپنا سفیر کر کے کلکتہ بہیجا تہا اور جب وہ لکہنو مین آیے تو عہدہ نیابت بہی اونکو مل گیا تہا - نواب سعادت علی خان کے عہد مین علامہ تفضل حسین خان دوبارہ عہدہ سفارت کے امیدوار ہو کر کلکتہ گیے - مگر نواب سعادت علی خان نے سند سفارت اونکے پاس نہ بہیجی - اسلیے وہ کلکتہ سے واپس ہوے اور اثناے راہ مین بمقام ہزاری باغ سنہ ۱۲۱۵ ہجری مطابق سنہ ۱۷۹۹ع کے

اونهون نے انتقال کیا۔

دلی مین ایک اور کشمیری خاندان خواجه عبدالله احرار کی اولاد مین کشمیر سے آکر آباد ہوا تہا خواجه فریدالدین احمد کی شادی غالبًا سنه ۱۱۹۳ ہجری مطابق سنه ۱۷۷۹ع مین خواجه محمد مراد احراری کی بیٹی سے ہوی۔ پادشاہان دلی کے عہد مین چار معزز عہدے تہے۔ ایک[۱] ملک العلما۔ کا جس قدر علما پادشاہ کے سامنے پیش ہوتے تہے۔ اور اونکو جو انعام واکرام یا جاگیر و منصب ملتا تہا وه سب ملک العلما کے ذریعه سے ملتا تہا۔ دوسرا[۲] ملک الحکما کا۔ جو شخص یه عہده رکہتا تہا اوسی کے ذریعه سے تمام طبیب دربار شاہی مین پیش ہوتے تہے۔ تیسرا[۳] ملک الشعرا کا۔ اس عہده دار کے ذریعه سے تمام شعرا بادشاہ کے دربار مین حاضر ہو سکتے تہے۔ چوتہا[۴] ایک عہده تہا جسکی وساطت سے درویش اور مشائخ پادشاہ کے پاس جا سکتے تہے اور وظائف اور ادرار اوسی کے ذریعه سے اونکو دیے جاتے تہے۔ اور تمام درگاہون کا سالانه خرچ اور درگاہون کے عرس اور فاتحه وغیره کے اخراجات اوسی کے ذریعه سے ہوتے تہے۔ اس عہده کا نام ملک الاولیا تو نہین قرار پا سکتا تہا اسلیے اوس عہده کا نام نقیب الاولیا قرار دیا گیا تہا خواجه محمد مراد احراری اسی عہده پر مامور تہے جو ایک نہایت بزرگ اور عالی رتبه تہے۔

خواجه فریدالدین احمد کی ایک ہی بیوی تہین اور اوسنے پانچ اولادین پیدا ہوئی تہین دو بیٹے اور تین بیٹیان۔ اور یہه اولادین تین تین برس کے فاصله سے غالبًا سنه ۱۲۰۷ھ مطابق سنه ۱۷۹۲ع کے پیدا ہو چکی تہین۔

سنہ ۱۲۱۲ ہجری مطابق سنہ ۱۷۹۷ء کے خواجہ فریدالدین احمد پہر لکہنو گیے۔ یہہ زمانہ بہی نواب آصف الدولہ کا تہا۔ مگر چند روز بعد ہی نواب آصف الدولہ کا انتقال ہوگیا اور نواب سعادت علی خان مسندنشین ہوے۔ اس دفعہ کے سفر لکہنو مین جو نہایت دلچسپ امر پیش آیا وہ خود خواجہ فریدالدین احمد کے ہاتہہ کا لکہا ہوا اونکے رسالہ مسمّے فوائدالافکار فی اعمال الفرجار کے دیباچہ مین ہمارے پاس موجود ہے۔ جس کو ہم بعینہٖ نقل کرتے ہین۔

وہ لکہتے ہین کہ دو چنین گوید مؤلف این رسالہ فریدالدین احمد کہ چون فقیر را از ایام طفولیت شوق بود بعلم ریاضی و در حال تحصیل چیزی از ین علم حاصل نمودہ و اکثر بمطالعۂ کتب ریاضی می پرداخت در بعضے حواشی بنظر آمدہ کہ پرکار متناسبہ از جملہ آلات ریاضی بود کہ ازان اکثر اعمال نجومی و بعضے اشکال ہندسی و مسائل حسابی باسانی استخراج می شد حالا علم و عمل آن بسبب نایابی آن آلہ مفقود است و نیز زبانی بعضے اوستادان ہم ہمین شنیدہ بودم پس ازان اشتیاق آن بدل داشتم و از ہر کس ریاضی دان کہ تذکرہ آن میکردم میگفت کہ ما ندیدہ ایم و نہ شنیدہ ایم اغلب باشد پرکار ہمین است کہ برائے رسم دائرہ و پیمایش خطوط بکار می آید دیگر قسم پرکار نیست۔ تا آنکہ در سنہ ۱۲۱۲ ہجری این فقیر در لکہنو وارد شدہ و از جنرل مارٹین و مسٹر گوراوزلی کہ حکیم مشرب بود ملاقات شدہ نزد اوشان یک آلہ عجیب و غریب دیدم از برنج و آہن مرکب و دو پرہ نوکدار برہم نہادہ و در کمر آن میخ مثل مقراض بند کردہ مگر میخ این آلہ از جا می خود حرکت میکرد تا آنرا از جا حرکت دادہ دور و نزدیک

از سر آن بدارند و بر هر دو سطح آن خطوط چند بود چون گاهی این قسم چیز ندیده بودم استفسار
کردم گفتند که نام این در زبانِ انگریزی معنی پرکار تقسیم است و ازین آله تقسیم خطوط و دوائر و
سطوح و اجسام مختلفه بآسانی میشود چون آن آله از جنرل مارٹین بود ازاوشان عاریت گرفتم
و دانستم که پرکار متناسبه همین باشد چون هر چهار عمل که دران موضوع بود مسٹر اوزلی روبروی
من کرده بود برکاغذ خود آورده اعمال آن کردم و بسیار فکر کردم که چیزی از اعمال نجومی
ازان استخراج شود هیچ نشد دانستم که این پرکار متناسبه نیست مگر چند روز محنت کرده بدلائل
اصول طور صنعت آن مستنبط کردم و مانند آن یک پرکار نقره تیار کردم مسٹر اوزلی از من
گرفته به نواب وزیر سعادت علی خان بهادر گذرانید و از دیدن این پرکار بسیار متعجب شده
گفت که اکثر مردم از اعمال این پرکار آشنا نیستند چه جای صنعت آن که در اینجا کسی
نمیداند و در ولایت هم هر کس از صنعت این آگاه نیست و من این قدر میدانم که یک آله
در گنج پرکارها میباشد باستعانت آن این پرکار درست میکنند مگر وضع درست کردن آن
نمیدانم شما بدون آن چه طور ساختید چون این جانب گاهی گنج پرکارها ندیده بود مشتاق
دیدن آن شدم اوشان گنج پرکارها از صندوقچه خود برآورده بمن ملاحظه کنانیدند و چون
بران آله خطوط و رقوم بسیار دیدم و ازاوشان استفسار حال آن نمودم گفتند که عمل دو سه
خط میدانم چنانچه روبروی بنده عمل تقسیم خط و استخراج وتر و جیب کرده گفتند که
من همین قدر میدانم لیکن شنیده ام که ازین آله اعمال بسیار از قسم دریافت ظل و قطر آن و
خطوط متوالیه و اکثر اعمال نجوم میشود مگر من نمیدانم بلکه اکثر صاحبان انگریز هم نمیدانند الّا

مهندسان دانستم که پرکار متناسبه همین باشد و چون آن گنج بسیار عمده و تحفه بود نخواستم
که آنرا العاریت بگیرم اگرچه دلم بسیار آرزومند شد بعد آن چند پرکار تقسیم برنجی مرتب کرده
رقوم آن بجای انگریزی فارسی کنده کردم و باشنایان خود دادم بعد چندے وارد کلکته
شدم و یک گنج پرکار ها خرید نمودم که دران آله مذکور هم بود پس در پی دریافت اعمال آن شدم
و فکر و سعی بسیار نموده عمل استخراج ظل و قطر ظل و اکثر اعمال نجومی و هندسی استنباط کردم
چنانکه مسودات بسیار شدند پس یقین شد که پرکار متناسبه همین است که سابق در عرب و عجم
مروج باشد و حالا این کسے نمیداند و مختص در صاحبان انگریز و فرانس مروجست ۔
پس آن مسودات اعمال را بطور قیاس خود مرتب نموده صاف کنانیدم و براے یادگار
و فائدهٔ شائقان این علم رساله درست نمودم و نام این رساله **فوائد الافکار فی
اعمال الفرجار** نهادم "۔ انتهی ۔

اوس زمانه مین مدرسه کلکته مین جسکو حکام انگریزی نے قائم کیا تها ایک سپرنٹنڈنٹ
مقرر کرنے کی ضرورت تهی جسکی تنخواه سات سو روپیه ماہوار تهی لکهنؤ مین جو حکام انگریزی تهے
انہون نے خواجه فریدالدین احمد کی سفارش اوس عهده کے لیے کی اور اوسپر اونکا تقرر
هوگیا ۔ اور وه اوسی سنه مین یا اوسکے تهوڑے زمانه بعد کلکته مین پہونچے جیسا که
خود اونهون نے اپنی اوس کتاب کے دیباچه مین بعد ذکر حالات لکهنؤ لکها هے
که "و بعد چندے وارد کلکته شدم" اوس زمانه مین مارکوئیس آف ولزلی گورنر
جنرل تهے ۔ خواجه فریدالدین احمد نے کلکته مین پہونچکر اپنے عهده کا چارج لیا

اور اپنا کام کرتے رہے۔

اوس زمانہ مین دلی مین شاہ عالم بادشاہ تھے اور ایران مین فتح علی شاہ اور مشہور ہو رہا تھا کہ زمان شاہ کابلی نے ہندوستان پر حملہ کرنے اور اوسکے فتح کرنے کا ارادہ مصمم کر لیا ہے اور اوسکے فرمان بھی راجگان پنجاب کے نام اس مضمون کے آگیے تھے کہ برسات کے بعد دہلی پر جو تخت گاہ سلاطین تیموریہ ہے یورش کرونگا اور سرکار انگریزی اس فکر مین تھی کہ کسی طرح زمان شاہ کا ہندوستان پر یورش کرنا روکا جاوے۔

اوس زمانہ مین انگریزون کیطرف سے مسٹر منیسٹی بوشہر مین بطور سفیر کے متعین تھے اور سر ہرفرڈ جیس بارونٹ بغداد مین اور نواب مرزا مہدیعلیخان بہادر حشمت جنگ گورنر بمبئی کی طرف سے دربار ایران مین سفیر مقرر ہوے تھے وہ بوشہر مین آگیے اور حاجی محمد خلیل خان کے ذریعہ سے فتح علی شاہ بادشاہ ایران اور وزراے ایران سے اس امر مین خط و کتابت جاری کی اور زمان شاہ کے بھائیون محمود شاہ و فیروز شاہ کو افغانستان پر حملہ کرنے کو آمادہ کیا۔ اس خبر کے سنتے ہی زمان شاہ اطراف پشاور سے ہرات کو چلا گیا اور ہندوستان پر حملہ کرنا ملتوی ہو گیا۔ اور کپتان مالکم سے جو بطور سفارت ایران پہونچ گیے تھے اور فتح علی شاہ سے رمضان ۱۲۱۵ ہجری مطابق ۲۸ جنوری ۱۸۰۱ء کے ایک عہدنامہ تحریر ہو کر حاجی ابراہیم خان وزیر اعظم شاہ ایران اور کپتان مالکم صاحب کے دستخط سے مکمل ہوا۔ اور جب کپتان جان مالکم دربار ایران سے واپس آگیے تو فتح علی شاہ نے حاجی محمد خلیل خان کو سفیر مقرر کر کے

بمبئی کو روانہ کیا۔

حاجی محمد خلیل خان ۲۲ر مئی سنہ ۱۸۰۲ء مطابق سنہ ۱۲۱۷ ہجری کے بمبئی مین پہونچے نہایت تعظیم و تکریم سے انگریزون کی جانب سے استقبال ہوا اور جس مکان مین ٹھہرایے گیے وہان ایک کمپنی سپاہیون کی بطور اظہار تعظیم تعینات کی گئی۔

اتفاقاً ایک دن حاجی محمد خلیل خان کے ساتھیون اور کمپنی متعینہ کے سپاہیون مین کسی امر مین تکرار ہوی اور ہتھیارون تک نوبت پہونچی۔ حاجی محمد خلیل خان اوس جھگڑے کے رفع دفع کرنے کو اندر سے باہر نکلے اور اتفاقیہ ایک گولی اونکے لگی اور وہ مارے گیے۔ یہہ واقعہ ۲ر جولائی سنہ ۱۸۰۲ء مطابق سنہ ۱۲۱۷ ہجری کے واقع ہوا۔ مارکویس آف ولزلی گورنر جنرل نے اس اتفاقیہ حادثہ پر بہت رنج اور افسوس ظاہر کیا اور میجر مالکم اور مسٹر لوٹ کو جو کلکتہ مین تھے واسطے تشفی و دلدہی پس ماندگان حاجی محمد خلیل خان کے بمبئی کو روانہ کیا۔ چنانچہ وہ (۳۱ر اگست سنہ ۱۸۰۲ء کو کلکتہ سے روانہ ہوے۔ مسٹر لوٹ راہ مین بیمار ہوگیے اور میجر مالکم ۱۹ ستمبر کو مچھلی بندر مین اور از راہ خشکی حیدرآباد دکن ہوکر ۱ر اکتوبر کو بمبئی پہونچے اور پس ماندگان حاجی محمد خلیل خان کی بخوبی تسلی و تشفی کی اور نومبر سنہ ۱۸۰۲ء کو کلکتہ واپس چلے گیے۔ علاوہ اسکے مارکویس آف ولزلی نے ایک تعزیت نامہ مسٹر مینسٹی کے ہاتھہ جو بصرہ مین بطور سفیر مقرر تھے فتح علی شاہ کے پاس بھیجا اور فتح علی شاہ ایران نے بھی اس واقعہ کا اتفاقیہ واقع ہونا تسلیم کیا۔

اسی زمانہ مین نواب مہدیعلیخان حشمت جنگ سرکار انگریزی کی طرف سے بوشہر مین سفیر تھے مگر سرکار انگریزی نے کسی سبب سے اونکو اس عہدہ سے علحدہ کرکے واپس بلالیا۔

چنانچہ تاریخ سفارت حاجی خلیل خان و محمد نبی خان مین جو ۱۸۸۶ء مین بمبئی مین چھپی ہے بصفحہ ۱۶ و ۱۷ ایہ فقرہ لکھا ہے۔ "وقونسلگری بندر ابوشہر درین آوان بہ نواب مرزا مہدیعلیخان حشمت جنگ بہادر حوالہ وچون اومیخواست کہ بدولت خود حسن خدمتی نماید و میخواست کہ مسئولیت وبار وتہمت مہمانکشی را از دوش دولت انگلیس بردارد لہذا بعقل ناقص خود تدبیرے اندیشید واز واقعہ قتل حاجی خلیل خان خبرہای دروغ بولایات اطراف انتشار رسیداد واین بطریقیکہ مسئولیت آن بخود آن مرحوم عائد میگردید وحالانکہ ہیچ حاجتے بانتشار آن نوع خبرہای دروغ نماندہ بود وحادثہ مذکور را مردم ایران بنظر تعجب بلاحظہ میکردند کہ آیا درین کار چرا دولت انگلیس این ہمہ اصرار میکند وبجای اینہمہ مصارف گزاف ہر گاہ یک سفیرے دیگر بدربار ایران فرستادہ بود دہر آئینہ ازین بدنامی ہا بیرون می آمد ورفتہ رفتہ دربار ایران را حاصل مینمود وجماعت انگلیسیہ بدین سبب نواب ممدوح را مقصر نمودہ از بوشہر عزلش نمودند وموا جب دادند۔"

ان واقعات کے بعد گورنر جنرل مارکوئیس آف ولزلی نے ایک خط معذرت کا بنام شاہ ایران اور ایک سفارت کا دربار ایران مین جسکا صدر مقام بوشہر مین رہتا تہا بھیجنا تجویز کیا اور مسٹر لوٹ جو بمبئی مین تہے خط معذرت لیجانے کو تجویز ہوے اور میجر مالکم

سے کے پاس بمبئی مین وہ خط بہیجا گیا کہ مسٹر لوِٹ کے ہاتہہ روانہ کیا جاوے - مگر وہ بسبب بیماری کے نہ جا سکے اور میجر مالکم نے جو اوس وقت بمبئی مین تہے بذریعہ اپنی چٹہی بنام چراغ علیخان لکہا کہ مسٹر لوِٹ کے بیمار ہو جانے کی وجہ سے مسٹر ہازلی کو نواب گورنر جنرل کا خط بنام شاہ سپرد کیا گیا ہے کہ وہ لیجاوین اور پہر اپنی چٹہی مورخہ ۲۷ اکتوبر سنہ ۱۸۰۲ء مین مسٹر اڈینسٹن پولیٹکل سکرٹری کو لکہا کہ مسٹر لوِٹ کا عقب سے جانا ضرور ہے مگر یہ خط معذرت گورنر جنرل کا بذریعہ مسٹر مینسٹی جو سفیر بصرہ مین تہے شاہ کی خدمت مین پہونچایا گیا جیسا کہ ہم اوپر لکہہ آیے ہین اور اوسکا ذکر تاریخ سفارت حاجی خلیل خان و محمد نبی خان مین جو سنہ ۱۸۸۶ء مین بمبئی مین چہپی ہے بصفحہ ۱۵ حسب ذیل مندرج ہے -

"دو مارکوییس ولزلی یک معذرت نامہ مصحوب مسٹر مینسٹی بالیوز بصرہ و دیگران با جامہ ہا سیاہ کہ نشان عزاداریست بدربار ایران فرستادو نامہ و ہدایای فوق را ایشان بردا شتہ بحضور اعلیحضرت فتح علی شاہ رفتند کہ یکی از مامورین نظام و یک کمپنی سیاہ نظام از تاریخ وقوع این حادثہ در بندر بمبئی محبوس ہستند و این حادثہ ناگاہ روی دادہ و اعلیحضرت پادشاہی نیز از راہ مراحم بیکران شاہانہ برہائی محبوسین فرمان دادو نامہ و ہدایای ایشان را پذیرفتہ و مسٹر مینسٹی بمحل ماموریت خویشتن برگشت"

مارکوییس آف ولزلی نے مسٹر لوِٹ اور خواجہ فریدالدین احمد دونون کا بہیجنا تجویز کیا - اونکی تاریخ روانگی ٹہیک طور پر معلوم نہین ہوتی - مگر غالباً سنہ ۱۸۰۳ء مطابق سنہ ۱۲۱۸ ہجری کے روانہ ہوے ہونگے -

کسی انگریزی تاریخ سے جہانتک ہمنے تلاش کی مسٹر لوٹ کا ایران یا بوشہر پہونچنا معلوم نہین ہوتا۔ بلکہ اونکی روانگی بہی معلوم نہین ہوتی۔ خواجہ فریدالدین احمد کا دستور تہا کہ وہ برابر اپنا روزنامچہ لکہا کرتے تہے۔ اور عہد شباب سے اونکے انتقال سے دو ہفتہ پیشتر کا روزنامچہ لکہا ہوا موجود تہا اور راقم نے بارہا اوسکو بطور ایک دلچسپ تاریخ کے پڑہا تہا۔ مگر افسوس ہے کہ زمانہ غدر ۱۸۵۷ء مین وہ روزنامچہ تلف ہوگیا۔ راقم کو یاد پڑتا ہے کہ اوس روزنامچہ مین لکہا تہا کہ وہ مسٹر لوٹ بیمار ہوگئے اور گورنر جنرل کے حکم سے خواجہ فریدالدین احمد بطور سفیر مستقل کے روانہ ہوئے۔ بوشہر پہونچنے کے بعد وہ شیراز اور طہران مین گئے اور کئی دفعہ فتح علی شاہ کے دربار مین حاضر ہوئے اور فتح علی شاہ کی مہربانی اونکے حال پر خصوصاً بلحاظ اونکے اعلیٰ درجہ کے علوم ریاضیہ کے جاننے کے بہت زیادہ ہوگئی تہی۔

بوشہر اور شیراز اور طہران مین جو واقعات گذرے ہون اونکے بالتفصیل لکہنے کا بسبب تلف ہو جانے روزنامچہ کے کوئی ذریعہ نہین رہا۔ مگر جہانتک کہ راقم کو بالاجمال یاد ہے وہ اسقدر ہے کہ خواجہ فریدالدین احمد نے شاہزادہ حسین علی میرزا اور صادق علیخان اور چراغ علیخان نوای بیگلربیگی (یہ وہی چراغ علیخان ہین جنکے نام میجر مالکم نے چہٹی لکہی تہی) سے جو دربار شاہی مین رسوخ رکہتے تہے بہت زیادہ دوستی پیدا کی تہی اور اون ہی لوگون کے ذریعہ سے جو مقاصد سفارت کے تہے اونکو بخوبی انجام دیا تہا بڑا مقصد اس سفارت کا یہہ تہا کہ شاہ ایران کو بجاے حاجی خلیل خان مقتول کے

ہندوستان مین دوسرے سفیر کے بہیجنے کی ترغیب دیجاوے تاکہ دوستی اور ارتباط دونون سلطنتون کا قائم رہے ۔ اور شاہ کو اس بات کا یقین دلایا جاوے کہ درحقیقت حاجی خلیل خان کے مارے جانے کا واقعہ ایک امر اتفاقی تہا اور گورنمنٹ انگریزی کوئی الزام اوسکا اوس مرحوم کی نسبت خیال نہین کرتی جیسا کہ نواب مہدیعلیخان نے اوسکو شہرت دی تہی ۔ اس مقصد مین بخوبی کامیابی ہوئی اور شاہ نے دوسرا سفیر ہندوستان مین بہیجنا منظور کر لیا اور محمد نبی خان کا شاہ کیطرف سے بطور سفیر کے ہندوستان مین بہیجنا تجویز کیا گیا ۔

خواجہ فریدالدین احمد کی محمد نبی خان سے بہی دوستی تہی اور جبکہ اونکا ہندوستان مین بطور سفیر کے بہیجنا تجویز ہوا تو محمد نبی خان نے بہت زیادہ راہ و رسم خواجہ فریدالدین احمد سے بڑہالی تہی ۔ محمد نبی خان کی سفارت ہندوستان کا مفصل حال تاریخ سفارت حاجی خلیل خان و محمد نبی خان مطبوعہ بمبئی مین مندرج ہے محمد نبی خان کو شعر کا بہی مذاق تہا ۔ اوسکی دوستی کا خواجہ فریدالدین احمد سے یہ بڑا ثبوت ہے کہ جب خواجہ فریدالدین احمد امور سفارت کے انجام دینے کے بعد شیراز سے بوشہر کو روانہ ہونیلگے تو محمد نبی خان نے چند اشعار الوداعی بطور علامت دوستی کے تصنیف کرکے خواجہ فریدالدین احمد کو پیشکش کیے ۔ وہ اشعار ہمراہ دیگر اشعار محمد نبی خان کے تاریخ سفارت مذکورۂ بالا مین بصفحہ ۱۰۳ چہاپے ہوے ہین جنکو ہم بلفظہ مع اوس عبارت کے جو اونکے عنوان پر لکہی ہے ذیل مین مندرج کرتے ہین ۔

چشم ما کنده شد از دستِ فلکِ بی‌شرم
تا نه بینیم که کند غیر جهانداریِ ما

داد افغان[۵۱] بچه شوکتِ شاهی بر باد
کیست جز ذات مبرا که کند یاریِ ما

بود جایگاه زر و مال جهان همچو حرص
دفع از فضلِ الهی شده بیماریِ ما

کرده بودیم گناهی که سزایش دیدیم
هست امید که بخشند گنهگاریِ ما

کرده سی سال نظارت[۵۲] که مراد او بیاد
زود تر یافته پاداشِ ستمگاریِ ما

عهد و پیمان بمیان داده نمودند دغا
مخلصان خوب نمودند وفاداریِ ما

شیر دادم افعی بچه را پروردم
عاقبت گشت مجوز بگرفتاریِ ما

حق طفلان که بسی سال فراهم کردیم
کرده تاراج و نمودند سبکباریِ ما

قوم مغلیه و افغان همه بازی دادند
بسکه گشتند مجوز بگرفتاریِ ما

این گدازاده همدان که بدوزخ برود
بانیِ جور و ستم شد بدل افگاریِ ما

گل محمد که ز مروان بشرارت کم نیست
چه قدر کرد وکالت پیِ آزاریِ ما

آن نیاز و و سلیمان و بدل بیگِ لعین
هر سه بستند کمر بهر گرفتاریِ ما

شاه تیمور که دارد سرِ نسبت با من
زود باشد که بیاید بمددگاریِ ما

مادهوجی سیندهیه فرزند جگر بند من است
هست مصروف تلافیِ ستمگاریِ ما

آصف الدوله و انگریز که دستور من اند
چه عجب گر بنمایند مددگاریِ ما

راجه و راو و زمیندار امیر و چه فقیر
حیف باشد که نسازند غمخواریِ ما

نازنینانِ پریچهره که همدم بودند
نیست جز محلِ مبارک به پرستاریِ ما

۵۱ مراد ازان غلام قادر خان است ۱۲

۵۲ مراد ازان منظور علیخان ناظر است ۱۲

گرچہ ما از فلک امروز حوادث دیدیم	باز فردا دہد ایزد سر سرداری ما

اس عرصہ مین ۱۵ ستمبر ۱۸۰۳ء مطابق ۱۲۱۹ ہجری کے لارڈ لیک نے دلی کو فتح کر لیا اور انگریزی عملداری دلی مین ہو گئی اور ۱۴ ستمبر ۱۸۰۳ء کو دلی کا انتظام جنرل اختر لونی کے سپرد کیا گیا۔ جنرل اختر لونی بطور رزیڈنٹ کے وہان تھے اور کرنل برن بطور اعلیٰ افسر فوج کے۔ لارڈ لیک مرہٹون کے مقابلہ مین مصروف تھے۔ ہولکر نے ۷ اکتوبر ۱۸۰۳ء کو نواح متھرا مین لارڈ لیک سے شکست پائی اور دہلی کی طرف چلا۔ اور ۸ اکتوبر ۱۸۰۳ء کو دہلی کی فصیل کے تلے پیادون اور سوارون کی فوج اور سو توپین لیکر آ پہنچا۔ اور دہلی کا محاصرہ کر لیا۔ ایک میرے معزز بزرگ جو اوسوقت مین جوان تھے مجھسے کہتے تھے کہ انہون نے دہلی کی فصیل پر چڑھکر ہولکر کی فوج کو دیکھا۔ ایک لہراتا ہوا دریا سوارون کی فوج کا معلوم ہوتا تھا۔ اور یقین نہین ہوتا تھا کہ دلی کے اندر جو قلیل فوج ہے وہ دلی کو بچا سکے گی اور اس فوج کو شکست دیگی۔

جنرل اختر لونی کو اس بات کی خبر پہونچ گئی تھی کہ ہولکر کا ارادہ دلی پر آنیکا ہے او نہون نے نہایت دانشمندی سے اوسکا کافی بندوبست کیا تھا۔ کرنل برن کو معہ فوج کے سہارنپور سے بلایا تھا۔ اور دولت راو والی پلٹن جو بزیر کمان کپتان ہیربٹ کے رہتک مین تھی اور نجیبون کی پلٹن کو جو بزیر حکم لفٹنٹ برج کے پانی پت مین تھی دلی مین جمع کر لیا تھا۔ ہولکر نے ۸ اکتوبر ۱۸۰۳ء مطابق ۱۲۱۹ ہجری کے دلی پر حملہ کیا۔ دہلی کی فوج نے گولہ باری شروع کی۔ کئی دن لڑائی رہی اور ہولکر کو شکست ہوی اور بھاگ گیا

وہی میرے دوست کہتے تھے کہ ہولکر کے بھاگ جانے کے بعد میدان صاف دیکھکر تعجب آتا تھا کہ ہولکر کی اسقدر کثیر فوج کہان غائب ہوگئی - اور کون اوسکو کھا گیا - پادشاہ نے جنرل اختر لونی کو نصیر الدولہ معز الملک وفادار خان بہادر ظفر جنگ کا خطاب عنایت فرمایا

اوسکے بعد شاہ عالم ۷ رمضان سنہ ۱۲۲۱ ہجری مطابق ۱۸ دسمبر سنہ ۱۸۰۶ء کے مرگیے اور اکبر شاہ ثانی تخت نشین ہوے -

اکبر شاہ ثانی کے عہد مین ایک سخت واقعہ پیش آیا - نواب ممتاز محل ذی جو اکبر شاہ کی نہایت چاہیتی بیوی اور مرزا جہانگیر اور مرزا بابر کی مان تھین یہ بات چاہتی کہ مرزا ابو ظفر عرف مرزا ابن جو سب سے بڑے بیٹے پادشاہ کے تھے اور جو اخیر کو بہادر شاہ ہوے ولی عہد نہ بناے جاوین - بلکہ مرزا جہانگیر ولیعہد ہون پادشاہ بھی اپنی چاہیتی بیوی کی مرضی کے تابع تھے مگر حکام انگریزی اسکو جائز نہین رکھتے تھے - مرزا جہانگیر نے فساد کرنا چاہا اور قلعہ مین کچھہ مسلح آدمی جمع کیے - اوس زمانہ مین مسٹر سیٹن رزیڈنٹ تھے وہ مرزا جہانگیر کے سمجھانے کو قلعے مین گیے - مرزا جہانگیر نے اون پر تپنچہ کی گولی چلائی - وہ بچ گیے اور اونکی ٹوپی مین گولی لگی - وہ واپس آگیے اور مرزا جہانگیر نے قلعہ کے دروازے بند کرلیے - مسٹر سیٹن رزیڈنٹ تھوڑی سی فوج لیکر گیے - قلعہ کا دروازہ اوکھاڑ کر اندر گھس گیے اور مرزا جہانگیر کو گرفتار کرکے قلعہ الہ آباد مین رہنے کے لیے روانہ کردیا - یہہ واقعہ ۱۸۰۹ء مطابق سنہ ۱۲۲۴ ہجری کے وقوع مین آیا - اوسوقت مرزا جہانگیر کی عمر انیس ۱۹ یا بیس ۲۰ برس کی تھی اور اوسی زمانہ سے قلعہ کے دروازون پر ایک کمپنی انگریزی

فوج کی متعین ہوگئی اور ایک کپتان قلعہ کے لاہوری دروازہ پر رہنے لگا۔ مرزا جہانگیر کا انتقال ۱۸۲۱ء مطابق ۱۲۳۶ ہجری کے الٰہ آباد مین ہوا۔ اونکی لاش خسرو باغ مین دفن ہوئی۔ پھر دلی مین لائی گئی۔ جسکا ذکر ہم آئندہ لکھین گے۔

جب یہ واقعہ ہوا لارڈ منٹو گورنر جنرل تھے اور اکبر شاہ کی متعدد درخواستین نسبت اپنی استحقاق اور اختیارات کے لارڈ منٹو کے سامنے پیش تھین۔ مگر اس واقعہ کے بعد لارڈ منٹو نے سب کو نامنظور کیا اور صرف چہتر ہزار پانسو روپیہ ماہواری جسکا اقرار لارڈ ولزلی نے کیا تھا بطور پنشن کے مقرر کردیا۔ جسکا اضافہ ایک لاکھ روپیہ ماہواری تک ہوگیا۔ بہادر شاہ کے وقت مین سوا لاکھ تک اضافہ کی تجویز ہوی تھی مگر وہ جاری نہین ہوی ایک دفعہ اضافہ کا روپیہ بھی بادشاہی خزانہ مین آگیا تھا۔ پھر واپس کرلیا گیا۔

خواجہ فریدالدین احمد بوندیل کھنڈ سے واپس آنے کے بعد پھر کلکتہ کو چلے گیے۔ اونکے ہاتھہ کا لکھا ہوا ایک رسالہ مسمی "تحفہ نعمانیہ" صنعت اصطرلاب مین ہمارے پاس موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۱۲۳۱ ہجری مطابق ۱۸۱۵ء کے کلکتہ مین تھے۔ چنانچہ عبارت خاتمہ تحریر رسالہ مذکور یہہ ہے۔ وتمت الرسالۃ جمادی الثانی ۱۲۳۱ ہجری در کلکتہ فرید"۔ مگر یہہ معلوم نہین ہوا کہ کس سنہ مین دلی سے کلکتہ مین گئے تھے۔

اکبر شاہ اگرچہ تخت نشین ہوے مگر اخراجات کی تنگی کا وہی حال تھا جو شاہ عالم کے وقت مین تھا۔ شاہ عالم ہی کے وقت مین اخراجات کی نہایت تنگی تھی۔ تمام کارخانے ابتر ہوگئے تھے۔ شاہزادون کو جو قلعہ کے نو محلے مین رہتے تھے ماہواری روپیہ نہین ملتا تھا

اور وہ چھتون پر چڑہ کر چلاتے تھے کہ بھوکے مرتے ہین بھوکے مرتے ہین۔

اکبر شاہ کے عہد مین بھی یہی ابتری تھی۔ خرچ آمدنی سے بہت زیادہ تھا۔ قرضہ ہو گیا تھا اور تنخواہین ملازمین اور شاہزادونکی دو دو مہینے تین تین مہینے تک نہین تقسیم ہوتی تہین اکبر شاہ کو ان خرابیون کے رفع ہونے کی نہایت فکر تھی اور اس بات کا بھی خیال تھا کہ دلی اور اوسکے مفصلات مین خالص بادشاہ کی حکمرانی رہنی چاہیے اور انگریزون کو محاصل ملک سے تین لاکھہ روپیہ ماہواری دینا لازم ہے۔

سید محمد متقی خان ابن جواد الدولہ جواد علیخان مؤلف اس رسالہ کے والد اور خواجہ فریدالدین احمد کے داماد کو دربار شاہی مین نشستیں رسوخ تھا اور اکبر شاہ سے اونکے زمانہ شاہزادگی سے بہت زیادہ راہ و رسم تھی۔ اور بادشاہ کبھی کبھی اونکو بھائی متقی کہکر مخاطب کیا کرتے تھے۔ اکبر شاہ نے سید محمد متقی سے چاہا کہ وہ انتظام امور بادشاہت اپنے ہاتھہ مین لین اور ان خرابیون کا انتظام کرین۔ سید محمد متقی نے تو اس سے عذر کیا۔ مگر اپنے خسر خواجہ فریدالدین احمد کا اور اونکی سفارت ایران اور اوسکی کامیابی کا ذکر کیا اور یہہ صلاح دی کہ اونکو بلا کر وزیر کیا جاوے تو غالباً سب امور کا انتظام ہو جاوے۔ اکبر شاہ نے اس صلاح کو پسند کیا اور خواجہ فریدالدین احمد کو کلکتہ سے بلانیکا حکم دیا اور وہ کلکتہ سے اوسی سال یعنی سنہ ۱۲۳۱ ہجری مطابق سنہ ۱۸۱۵ع کے دلی مین آئے۔ بادشاہ کی ملازمت کی۔

اکبر شاہ نے اون کو وزیر مقرر کیا۔ خلعت وزارت اور خطاب دبیر الدولہ امین الملک مصلح جنگ کا عطا کیا۔

خواجہ فریدالدین احمد نے اپنے ایام وزارت مین اس وجہ سے کہ بادشاہ قرضدار ہوگیے تھے قرضہ ادا کرنے اور اخراجات برابر کرنے کی تین تدبیرین کین۔ تمام شاہزادگان و بیگمات و ملازمان و عملہ شاہی کی تنخواہون سے دس روپیہ فیصدی تنخواہ کم کردی اور دو مطبخ یعنی شاہی باورچیخانے جو بڑے خاصہ[51] اور چھوٹے خاصہ[52] کے نام سے موسوم تھے اور جنکا روزانہ صرف کثیر تھا اور اسی کے ساتھ بعض دیگر غیر ضروری کارخانجات کو موقوف کردیا اور تیسرا کام یہہ کیا کہ دیوانِ عام کی چھت جسمین تانبے کی موٹی چادرین بطور چھت گیری کے لگاکر اوسپر پیتل کی ڈنڈیون و پھولون سے جن پر سنہری ملع تھا بطور خاتم بندی کے بنائی گئی تھی اور جسکو بعہد شاہ عالم ۱۱۷۳ ہجری مطابق ۱۷۵۹ء کے بہاؤ مرہٹہ نے اوکھاڑ ڈالا تھا اور سے نہ جاسکا تھا اور وہ سب اوکھڑی ہوئی پڑی تھی اور پھر اوسکا بنانا بنظر حالات شاہی غیر ممکن تھا اوسکا سونا الگ اوتروالیا اور جسقدر تانبا تھا شاہی ٹکسال مین اوسکے پیسے بنوا ڈالے (غدر سے پہلے تک یہہ پیسے دلی مین مروج تھے) اور پیتل فروخت کردیا اور اس تدبیر سے

[51] بڑا خاصہ وہ کھانا کہلاتا تھا جو تمام ملازمون اور عہدہ دارون اور خواصون اور باری دارون کو جو چوکی پہرہ کو دن رات اپنی اپنی باری سے دیوان خاص اور خاص ڈیوڑہی اور دیگر مقامات خاص مین حاضر رہتے تھے بادشاہ کی طرف سے تیار ہوکر دیا جاتا تھا ۱۲

[52] چھوٹا خاصہ وہ کھانا کہلاتا تھا جو تیار ہوکر محل مین بھیجا جاتا تھا اور بڑے بڑے امیر یا حکیم جو اپنی اپنی باری یا کسی ضرورت سے قلعہ مین رہ جاتے تھے اونکو بھیجا جاتا تھا۔ ۱۲

کئی لاکھ روپیہ قرض شاہی ادا کیا ان انتظامون سے آمدنی اور خرچ برابر ہوگیا اور
تنخواہین ماہوار ملنے کا انتظام ہوگیا۔ مگر شاہزادے اور بیگمات اور درباری سب
اس بات سے کہ اونکی تنخواہین کم ہوگئی تھین نہایت ناراض تھے اور خاصون اور
کارخانجات کی موقوفی عام شکایت کا باعث تھی۔ ان اسباب سے ہر شخص نے
بادشاہ کے پاس شکایتین شروع کین۔ دیوانِ عام کی چھت کی نسبت جو کچھ کیا گیا تھا
وہ بادشاہ کی اجازت اور مرضی سے کیا گیا تھا۔ مگر تمام لوگ چرچا کرتے تھے کہ
دیوان خاص کی چاندی کی چھت نادرشاہ نے لوٹ لی اور دیوان عام کی تانبے
کی چھت خواجہ فرید نے۔ رفتہ رفتہ ان شکایتون کا اثر بادشاہ کے دل پر بھی ہوا اور
دبیرالدولہ نے عہدۂ وزارت کو اپنے ہاتھہ مین رکھنا مناسب نہ جانا۔ یا یہہ کہ وہ زیادہ اپنے
ہاتھہ مین نہ رکھہ سکتے تھے۔ اونھون نے اوس عہدہ سے استعفا دیا اور چند روز بعد پھر
کلکتہ کو چلے گیے۔

اونکے بعد تمام اختیاراتِ وزارت نواب ممتاز محل کے جو بادشاہ بیگم تھین قبضۂ اقتدار مین
چلے گیے اور اونھین کی طرف سے مختلف اشخاص وزارت کا کام انجام دیتے تھے
ان واقعات کے چند روز بعد بادشاہ نے پھر واسطے اضافہ پیشکش کے تحریک
کرنی چاہی اور اس باب مین ایک مراسلہ بنام گورنر جنرل تیار کیا گیا جس مین زیادہ تر شکایت
اسبات کی تھی کہ آمدنی واسطے اخراجات ضروری کے کافی نہین ہے۔ سید محمد متقی خان
نے موقع پاکر بادشاہ سے عرض کیا کہ دبیرالدولہ کلکتہ مین موجود ہے اور آمدنی اور اخراجات

کا حال اونکو معلوم ہے اور کاغذات جمع خرچ کی یادداشتین بہی اونکے پاس ہین اور درحقیقت آمدنی و خرچ برابر ہوگیا ہے اور قرضہ بہی ادا ہوگیا ہے۔ اگر گورنر جنرل اون سے دریافت کرے تو بجز اسکے اور کیا کہہ سکتے ہین کہ بالفعل آمدنی اور خرچ برابر ہے۔ قرضہ بہی نہین ہے اوس وقت جو مراسلہ کا بہیجنا تجویز کیا گیا ہے وہ کیونکر تسلیم ہوسکیگا بادشاہ کے دل مین اس بات نے جگہہ کی اور کہا کہ تم ٹہیک کہتے ہو مگر اسکی تدبیر کیا ہے۔ سید محمد متقی خان نے عرض کیا کہ خواجہ فرید کا علیحدہ کردینا مصلحت نہین تہا۔ اگر اسمین کچہہ سعی و کوشش ہوسکے گی تو دبیر الدولہ ہی کی تدبیر و کوشش سے ہوسکیگی بادشاہ نے تہوڑی دیر غور کرنیکے بعد اس بات کو پسند کیا اور دبیر الدولہ کے کلکتہ بلانے کو حکم دیا۔ چنانچہ وہ کلکتہ سے آگئے اور دوبارہ ۱۲۳۵ھ ہجری مطابق ۱۸۱۹ء کے بدستور اپنے عہدہ سابق پر مامور ہوئے۔

اس دفعہ کے تقرر مین بہی نواب دبیر الدولہ نے درحقیقت ماہواری پنشن کے اضافہ کی جو بنام پیشکش، بادشاہ کے لیے مقرر تہی کوئی کوشش نہین کی اور ہمیشہ لیت و لعل کرتے رہے جسکے سبب سے بادشاہ کی کبیدگی خاطر بڑہتی جاتی تہی۔ جو لوگ اونکے مخالف تہے انہون نے بادشاہ کے دل مین یہ بات جمائی کہ دبیر الدولہ انگریزون سے سازش رکہتے ہین اور اسلیے اوسمین کوشش نہین کرتے اور لوگون کو بہی تعجب تہا کہ وہ کیون اس مین تساہل کرتے جاتے ہین آخرکار بادشاہ نے یہ بات چاہی کہ وزارت کے کام مین اور شخصون کو بہی دبیر الدولہ کے شریک کیا جاوے۔ اس شراکت کے تین

شخص خواہان ہوے - ایک نواب محمد میر خان جنکے باپ شاہ جی اوس زمانہ مین دہلی کے صوبہ تہے
جب کمپنی انگریز نے دہلی پر قبضہ کیا تہا - دوسرے راجہ کیدار ناتہہ اور تیسرے راجہ جی سکہہ رائے
یہہ واقعہ جولائی سنہ ۱۸۲۰ء کا ہی جو مطابق ہے سنہ ۱۲۳۶ھ کے (واضح ہو کہ اس واقعہ کا سال
ہمکو جنرل گارڈنر کے روزنامچہ سے جو اونکی خاندان مین محفوظ ہے اور جو کاسگنج ضلع ایٹہ مین
ہے دستیاب ہوا ہے) مگر نواب ممتاز محل راجہ جی سکہہ رای کی طرفدار تہین اور وہ چاہتی تہین
کہ سب کو نکالکر راجہ جی سکہہ رای کو مقرر کیا جاوے - دبیر الدولہ اونکی شرکت مین کام کرنا منظور نہین
کرتے تہے چند روز اسیطرح فقرہ بازیان اور تدبیرین ہین آخرکار بصلاح جنرل اکٹرلونی کی جو رزیڈنٹ
تہے اور دبیر الدولہ سے نہایت دوستی رکہتے تہے سنہ ۱۸۲۲ء مطابق سنہ ۱۲۳۸ ہجری کے دبیر الدولہ نے
استعفا دیدیا اس دفعہ غالبًا تین برس یا ساڑہی تین برس تک انہون نے وزارت کا کام انجام دیا -

اوس زمانہ کی ایک عمدہ یادگار ایک تصویر کا فوٹوگراف ہمارے پاس موجود ہی جو زمانہ وزارت دبیر الدولہ
مین بادشاہی مصورون نے اکبر شاہ کے دربار کی بنائی تہی - اور یہہ تصویر اوس کتاب مین بہی چہاپی گئی
ہی جسکو مولوی سید احمد خان دہلی کی مصنف نے تصنیف کیا ہی اور بزم آخر جسکا نام ہے -

اسمین شاہزادون اور امرا کی دو گروہون مین جو بادشاہ کے روبرو کہڑے ہین دو شکلین جنرل اکٹرلونی
اور وزیر اعظم خواجہ فرید الدین احمد کی ہین جو برابر کہڑے ہین جنرل پوری پوشاک پہنے اور ٹوپی رکہے
جریب[1] یا عصای عزت پر جہکے ہوے ہین وزیر اعظم کے پاس بہی جریب ہی - یہ تصویر جشن کے دربار کی ہے

[1] جریب کا ملنا بادشاہی دربار مین تعزز اور تقرب کی علامت تہی - دربار مین کہڑے رہنے کے لیے
سہارے کے واسطے عصا ملتا تہا کیونکہ دربار شاہی مین جملہ حاضرین ہر قسم کو کہڑا رہنا پڑتا تہا - ۱۲

جو دیوان خاص مین ہوتا تھا دیوانِ عام کا دربار بہت دنون سے موقوف ہو چکا تھا۔ بادشاہ تختِ طاؤس پر بیٹھے ہوے ہین جو اصلی تخت طاؤس[لہ] شاہجہانی کی نقل بنایا گیا تھا۔

جنرل اکٹرلونی اور وزیرِ اعظم دبیر الدولہ خواجہ فریدالدین احمد مین بڑی دوستی تہی جنرل اکٹرلونی اکثر دبیر الدولہ پاس جب چاہتے آیا کرتے تہے۔ اور اس لیے دبیر الدولہ کی مسند کے پاس ہمیشہ ایک نہایت عمدہ لال مخمل کی آرام کرسی رکہی رہتی تہی کہ جب وقت بیوقت جنرل صاحب آوین تو اوس پر بیٹہین۔ دبیر الدولہ اپنی مسند پر اور جنرل اکٹرلونی اوس کرسی پر بیٹہتے تہے۔

ایک دن جنرل اکٹرلونی آیے ہوے تہے۔ اتفاقاً راقم کسی سبب سے وہان گیا اور جنرل صاحب کو دیکہکر واپس آنے لگا۔ مگر انہون نے بلا لیا اور کچہہ بات کی۔ راقم نے جنرل سے جو فل ڈریس یعنی پوری پوشاک یا وردی پہنے ہوے تہے پوچہا کہ "آپ نے ٹوپی مین پر کیون لگا رکہے ہین اور کوٹ مین دوہرے بٹن کیون لگایے ہین"۔ جنرل اس سوال سے بہت خوش ہوے اور مسکرا کر خاموش ہو رہے۔ اوس وقت راقم کی عمر پانچ یا چہہ برس کی ہوگی۔

دبیر الدولہ کے استعفے کے بعد راجہ جی سکہہ راے زیادہ محیط ہو گیے اور کارکنانِ سلطنت نے بادشاہ کے مقاصد پورا ہونے کو زیادہ تدبیر کرنی چاہی جو محض

[لہ] یہہ تختِ طاؤس وہ تہا جو اصلی تخت طاؤس کے نادرشاہ کے زمانہ مین لٹ جانے کے بعد محمد شاہ کے وقت مین بنایا گیا تہا۔ نہایت خوبصورت تخت تہا اور بالکل شاہجہان کے تخت کی نقل تہا مگر لکڑی کا تہا اور نگینہ جو بجاے جواہرات جڑے گیے تہے وہ بہی اصلی نہ تہے۔ بہادرشاہ نے اپنے زمانۂ سلطنت مین ایک دوسرا تخت چاندی کا بنوایا تہا۔ ۱۲

نادانی کا کام تھا۔ یعنی انھوں نے رام موہن رائے کو جو کلکتہ کے ایک بابو اور نہایت لائق اور ذی علم اور متین۔ مہذب باخلاق تھے اور وہی برہما سماج مذہب کے جو اب بنگالیوں مین نہایت کثرت سے رائج ہے بانی ہین بلایا۔ اس ارادہ سے کہ بادشاہ کی طرف سے وکیل کر کے لندن بھیجا جاوے۔ چنانچہ وہ دلی مین آئے اور بادشاہ کی ملازمت کی اور اونکو راجہ کا خطاب بادشاہ کیطرف سے دیا گیا اور آخر کار وہ بادشاہ کے وکیل ہو کر لندن مین بھیجے گیے اور ۱۸۳۱ء مطابق ۱۲۴۷ھ کے لندن پہونچے اور ۱۸۳۳ء مطابق ۱۲۴۹ ہجری کے وہین مر گیے۔ راقم نے اونکو متعدد دفعہ دربار شاہی مین دیکھا ہے اور دلی کے لوگ یقین کرتے تھے کہ اونکو مذہب اسلام کی نسبت زیادہ رجحان خاطر تھی۔ مگر اس کارروائی سے بھی مقصد حاصل نہوا۔

بہادر شاہ کے عہد مین بھی اس باب مین کوشش کی گئی اور حکیم احسن اللہ خان صاحب جو بادشاہی امور کے کارکن تھے خود کلکتہ گیے اور وہان سے ایک انگریز کو اپنے ساتھ لائے اور بادشاہ کی طرف سے اوسکو وکیل کر کے لندن کو روانہ کیا۔ مگر کچھ فائدہ نہوا۔

اس ناکامی کا اصلی سبب یہہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عالم اور لارڈ لیک سے جو اقرار اور معاہدے ہوے تھے اوسکے برخلاف شاہ عالم نے کوئی شقہ مرہٹون کے نام لکھا تھا جبکہ مرہٹون اور لارڈ لیک مین لڑائی ہو رہی تھی۔ وہ شقہ لارڈ لیک کے ہاتھ آگیا تھا اور اس سبب سے جو معاہدے کہ لارڈ لیک نے اوسکے قبل شاہ عالم سے

کیے تھے وہ سب زائل اور ساقط ہو گیے تھے اور اس لیے درحقیقت شاہ عالم اور کمپنی انگریز مین کوئی معاہدہ باقی نہین رہا تھا اور کمپنی انگریز کو اختیار کلی حاصل تھا کہ بادشاہ اور خاندانِ شاہی کے ساتھہ بلحاظ مصلحتِ ملکی جس طرح پر چاہے کارروائی کرے۔ اگرچہ انگریزون نے اسکو علانیہ ظاہر نہین کیا۔ مگر یہی وجہ تھی کہ تمام درخواستین اور خواہشین بادشاہ کی جو بربناے عہد و میثاق لارڈ لیک کے تھین اونپر کچھہ التفات نہین ہوتا تھا۔

وزارت سے استعفا دینے کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھہ نے اپنے معتمد اور تیس ہزار روپیہ بطور سفر خرچ دبیرالدولہ کے پاس بھیجا اور لاہور بلایا۔ سب لوگون کی کمال خواہش تھی کہ وہ منظور کرلین۔ مگر اونکی بڑی بیٹی یعنی والدہ راقم نے کہا کہ خدا نے آپ کو اسقدر دیا ہی کہ جس طرح پر چاہین آپ آرام کر سکتے ہین اور اگر اس سے کچھہ اور زیادہ ہو جاوے تو بھی جو آرام و آسایش آپکو اب ہے اوس مین کچھہ زیادتی نہین ہو سکتی۔ خود لاہور مین جانا اور مہاراجہ رنجیت سنگھہ کی سلطنت کے اختیارات لینا اور پھر سب انگریزونکی عملداری مین رہنا اچھا نہین ہے معلوم نہین کیا اتفاقات پیش آوین اور کیا انقلابات ہون۔ اور کس قسم کی مشکلات پیش آجاوین۔ پس اس زمانہ ضعیفی مین کہ آپکی طبیعت بھی علیل رہتی ہے وہان جانا مین پسند نہین کرتی دبیرالدولہ کے دل پر اس بات نے ایسا اثر کیا کہ جانے سے انکار کردیا اور سفر خرچ واپس کیا اور پھر اخیر عمر تک باوجودیکہ پھر بادشاہ کی طرف سے ایکدفعہ تحریک ہوئی مگر کوئی تعلق اختیار نہین کیا۔

غرضکہ خواجہ فریدالدین احمد نے ایسی خوش زندگی بسر کرکے ۱۴ محرم ۱۲۴۴ ہجری مطابق ۱۸۲۸ء کے انتقال کیا۔ بیرون ترکمان دروازہ چونسٹھہ کھنبہ مین جو ایک مشہور تکیہ شاہ فدا حسین کا تہا دفن کیے گیے۔ اونکی قبر پر نہایت عمدہ و نفیس عمارت بنائی گئی۔ اونکے بیٹون نے اونکی رسم سوم و چہلم مین ہزارہا روپیہ خرچ کیا۔ اونکے مزار پر بہا سال تک بسنت چڑہتی تہی اور ایسا عمدہ و نفیس میلہ بسبب قرب شہر کے ہوتا تہا کہ تمام درگاہون مین جو بسنتین ہوتی تہین سب مات ہوگئی تہین۔

اونکے چہوٹے بیٹے نواب زین العابدین خان نے مادۂ تاریخ وفات ماجا بہشت یافتم، نکالا اور اوسکو بطور قطعہ کے موزون بہی کیا تہا جو راقم کو یاد نہین رہا۔ زمانہ تحریر اس سالہ مین یعنی ۲۵ اگست ۱۸۹۳ء کو مین نے اوسکا ذکر مولانا خواجہ الطاف حسین حالی سے کیا انہون نے اوس مادہ تاریخ کو اس طرح پر موزون کر دیا۔

رخت سفر چو از جہان خواجہ فرید دین ببست	از پی سال رحلتش سوی بہشت تافتم
روی نمود ناگہان خواجہ شبی بخواب در	دیدو بخندہ باز گفت ،، ماجا بہشت یافتم

اونکے انتقال کی کئی دن بعد مسٹر کول بروک جو اوس زمانہ مین دہلی مین رزیڈنٹ تہے اور مسٹر ٹرولین جو اسسٹنٹ رزیڈنٹ تہے بطور ماتم پرسی کے آیے۔ اوسوقت دبیر الدولہ کے بیٹے اور داماد اور پوتے اور نواسے سب موجود تہے۔ اون سبکو مخاطب کرکے کلمات تعزیت کہے اور بذریعہ پیغام کے کلمات مخلصانہ اونکی بیبیون کو کہلا بہیجے۔ چہوٹے بچون کے ساتہہ جو اوسوقت موجود تہے نہایت مہربانی سے

پیش آئے اور دبیر الدولہ کی وفات پر نہایت تاسف ظاہر کیا۔

نواب دبیر الدولہ نے نہایت عمدگی و خوبی و شان و شوکت امیری و نام آوری مین آخر عمر تک اپنی زندگی بسر کی۔ تمام روسا اور امرا اور شرفاے شہر اونکا نہایت ادب و لحاظ کرتے تھے۔ اونکے مزاج مین بہت زیادہ نفاست تھی جسقدر اونکا لباس فرش اور تمام چیزین اوجلی رہتی تھین اونکا بیان مشکل ہے۔ علم سے اور بالتخصیص ریاضیات سے نہایت شوق تھا۔ اونکا معمول تھا کہ دو تین طالبعلمون کو سبق پڑہایا کرتے تھے۔ مستعد طالبعلمون مین سے ذہین اور سمجھدار منتخب کر لیتے تھے اور اگر کوئی امداد کا مستحق ہوتا تھا اوسکا وظیفہ مقرر کر دیتے تھے۔ مولوی کرامت علی صاحب ابن مولوی حیات علی صاحب جو دلی کے مشہور عالم تھے اور اخیر کو حیدر آباد چلے گئے اور مولوی حب علی صاحب شیعہ مذہب جنہون نے آخر کو پنجاب مین نہایت عروج پایا اور خواجہ محمد ناصر جان جو بعد خواجہ محمد نصیر کے سجادہ نشین حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ ہوے اور حکیم رستم علیخان اونکے مشہور شاگردون مین سے تھے۔ اونکے چھوٹے بیٹے نواب زین العابدین خان نے جو اپنے وقت مین علم ہیئت اور زیج دانی اور علم اور صنعت آلات رصد مین بیمثل تھے اونہین سے وہ سب علوم سیکھے تھے۔ علم ریاضی گویا ہمارا خاندانی علم ہو گیا تھا۔

کتاب بینی کا اسقدر شوق تھا کہ اونکے بہت بڑے کتبخانہ کی کوئی کتاب کسی قسم کی اور کسی فن کی ایسی نہ تھی جو اونکی نظر سے نہ گذری ہو۔ اونکا دستور تھا کہ جونہی کتاب آتی تھی یا لی جاتی تھی جبتک کہ وہ نہ پڑھ لین کتب خانہ مین داخل نہوتی تھی۔ اونکے کتبخانہ کی

کتابونکی بڑی شناخت یہہ ہی کہ اونپر کسی نہ کسی جگہہ اونکے ہاتہہ کا لکہا ہوا کچہہ نکچہہ ضرور ہوتا تہا حاشیہ ہو یا کسی لغت کے معنی ہون یا کسی مسئلہ کی تحقیق ہو۔

کوئی نہین جانتا تہا کہ وہ انگریزی بہی جانتے تہے مگر اونکے کتبخانہ کی انگریزی کتابون پر بہی کسی لفظ کے معنی لکہے ہوے اونکے ہاتہہ کے پائے جاتے تہے اور نیز بعض اور وجوہ بہی معلوم ہوتا ہے کہ اونکو کسی نہ کسی قدر انگریزی آتی تہی کم سے کم یہہ کہ بول لیتے اور پڑہہ لیتے تہے۔

اونکے تصنیف کیے ہوے متعدد چہوٹے چہوٹے رسالے علم ہیئت اور آلات رصد مین تہے جو غدر مین ضائع ہو گئے۔ مگر اونکے تصنیف کیے ہوے اور اونکے ہاتہہ کے لکہے ہوے تین رسالے ایک صنعت اصطرلاب کا دوسرا صنعت پرکار متناسبہ کا اور تیسرا اعمال پرکار متناسبہ کا بعنایت وزیر الدولہ مدبر الملک خلیفہ سید محمد حسن خان بہادر سی۔ آئی۔ ای وزیر اعظم ریاست پٹیالہ ہمکو دستیاب ہوے ہین جنکو ہم نے کتبخانہ مدرسۃ العلوم مین داخل کر دیا ہے۔ خدا کرے صدہا سال تک اوس کتبخانہ مین محفوظ رہین۔

نواب دبیر الدولہ کی مجلس ایسی مؤدب اور شایستہ ہوتی تہی کہ جس مین جا کر ایک عظمت و شان معلوم ہوتی تہی۔ تمام لوگ نہایت ادب اور شایستگی سے خاموش بیٹہے ہوا کرتے تہے کوئی فضول بات بجز کام کی باتون کے یا کسی علمی مسئلہ کے اور بعض دفعہ تصوف کے مسائل کے اور کچہہ کرنہین ہوتا تہا۔ بخشی الممالک بخشی محمود خان بہی جو مثل ہزار داستان کے گویا اور نہایت خوش مزاج اور ظریف شخص تہے وہ بہی اونکی مجلس مین نہایت مؤدب رہتے تہے

اور کہتے تھے کہ مین ہندوستان مین نواب دبیرالدولہ کو نہایت ادب کے لائق سمجہتا ہون مگر اونکے بیٹون کے ساتھہ دوستانہ ملاقات رکھتے تھے اور اکثر آیا کرتے تھے اور ہروقت ظرافت آمیز باتین کیا کرتے تھے۔

بخشی محمود خان ایرانی نژاد تھے۔ اونکی زبان سے ہندوستانی لفظون کا جس مین ٹ اور ڈ ہوتی تلفظ نہین ہوسکتا تہا۔ جب بخشی محمود خان آتے تو اکثر ہم لڑکون کو جو پوتے اور نواسے نواب دبیرالدولہ کے تھے اور مکتب مین پڑہتے تھے بلواتے اور ٹوپی ٹوپی کی شرط بدکر کسی فارسی لفظ کے تلفظ کی فرمایش کرتے۔ جب وہ پوری طرح پر تلفظ نہوتا تو اوس لڑکے کی ٹوپی لے لیتے لڑکے بہی اونسے ہندوستانی لفظونکی فرمایش کرتے ٹوٹہر دوتاے ثقیل کا تلفظ اون سے نہین ہوسکتا تہا ہمیشہ توتو یا لتا کہتے تھے۔ لڑکے شرط جیت جاتے اور اونکی ٹوپی لے لیتے اور جبتک وہ لڑکونکی ٹوپیان ندیتے لڑکے بہی اونکی ٹوپی ندیتے۔ غرضکہ بخشی محمود خان نہایت خوش مزاج اور ظریف آدمی تھے۔ بادشاہ کے دربار مین نہایت خوش بیانی سے جہوٹے سچے قصے بیان کرتے تھے۔ جب بادشاہ اونسے ہمکلام ہوتے تھے تو ایسے مصروف ہوجاتے تھے کہ کسی دوسرے کو کلام کرنے کا موقع نہ ملتا تہا۔ باایں ہمہ نواب دبیرالدولہ کی مجلس مین نہایت ہی ساکت اور مؤدب رہتے تھے۔

نواب دبیرالدولہ کا معمول تہا کہ صبح کا کہانا محلسرا مین جاکر کہاتے تھے۔ ایک بہت بڑے نعمت خانے مین بہت وسیع دسترخوان بچہا ہوا ہوتا تہا اور کل بیٹے اور بیٹیان اور پوتے

اور پوتیان۔ نواسے اور نواسیان اور بیٹون کی بیویان اور چہوٹے و بڑے سب اونکے ساتہہ کہاتے تہے۔ چہوٹے بچون کے آگے خالی کابیان ہوتی تہین اور وہ ہر ایک سے پوچہتے تہے کہ کونسی چیز کہاؤگے۔ جب وہ بتاتا تو اوسکے آگے خالی کابی مین اپنے ہاتہہ سے وہی چیز چمچہ سے اوٹہا کر بقدر مناسب عنایت فرماتے تہے۔ تمام لڑکے نہایت ادب و صفائی سے اونکے ساتہہ کہانا کہاتے تہے۔ بڑی احتیاط رہتی تہی کہ کوئی چیز گرنے نپاوے اور زیادہ ہاتہہ کہانے مین بہرنے نپاوین۔ نوالہ چبانے کی آواز منہ سے نکلنے نپاوے۔

رات کا کہانا وہ باہر دیوانخانے مین کہاتے تہے۔ زنانہ ہوجاتا تہا۔ اونکی بڑی بیٹی یعنی راقم کی والدہ اور چہوٹی بیٹی فخر النسا بیگم کہانا کہلاتی جاتی تہین۔

یہہ بہی دستور تہا کہ شام کو چراغ جلنے کے بعد اونکے پوتے اور نواسے جو مکتب مین پڑہتے تہے سبق سنانے جاتے تہے۔ اونکے مسند کے آگے دو سفید رنگ کے شیشے کی فانوسین جو مردنگین کہلاتی ہین موم بتی سے روشن ہوئی رکہی رہتی تہین اور اونکے سامنے لڑکے بیٹہتے تہے۔ اول مشکل یہہ تہی کہ نہایت سفید چاندنی کا فرش بچہا ہوا ہوتا تہا لڑکے اپنے پانون نہایت صاف رکہتے تہے اس خوف سے کہ کہین چاندنی پر دہبہ نہ لگ جاوے اگر اتفاق سے کسی لڑکے کے پانون کا دہبہ لگ گیا تو نہایت خفگی سے اوسکو بہگا دیتے تہے کہ کتے کیسے پانون کیون رکہتا ہے۔ دوسری مشکل یہہ تہی کہ کپڑے پر کسی قسم کا دہبہ یا روشنائی گری ہوئی نہو۔ اگر اوسی وقت دوسرے

سفید کپڑے پہنکر جاتے تو ناراض ہوتے اور کہتے کہ ''کیا تو چمارون کیسے کپڑے پہنے ہوئے تہا کہ بدلکر آیا ہے''۔

سب لڑکے باری باری سے سبق سُناتے اور جسکا سبق اچھا یاد ہوتا اوسکو کسی قسم کی نفیس مٹھائی اکثر بادام کی خانہ ساز لوزاتین ملتی تہین اور جسکو یاد نہوتا تہا اوسکو نہین دیجاتی تہین اور گھڑک دیتے تہے۔ نہایت سخت اور خفگی کا لفظ جو اونکی زبان سے کسی کی نسبت نکلتا تہا وہ لفظ ''بے پیر'' تہا۔

راقم جس زمانہ مین بوستان پڑہتا تہا حسب دستور سبق سنانے گیا اوس سبق مین یہ شعر بہی تہا۔

طمع را سہ حرف ست ہر سہ تہی	وزان نیست مر طمعان را بہی

پہلے مصرعہ کا مین نے ترجمہ کیا کہ ''طمع کے تین حرف تینون خالی''، انہون نے کہا ''دوہراؤ''، مین سمجھا کہ مین نے غلط پڑہا۔ پہر غور کیا۔ پہر وہی معنی کہے۔ انہون نے پہر ٹوکا۔ تیسری دفعہ بہی وہی معنی کہے۔ وہ خفا ہوے اور کہا ''بے پیر سبق یاد نہین کرتا''، نہ کچہہ بتایا اور نہ مجھکو کچہہ دیا جس قدر مجکو رنج ہوا اور برابر آنسو آنکھون سے جاری ہوے وہ ابتک مجکو یاد ہے۔ بہت دیر کے بعد مین سمجھا کہ ''واست'' کے معنی مین نے نہین کہے تہے۔ ہمارے بہائیون نے ہمکو اور چڑایا اور کہا کہ ''مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید برکلہ خود باید زد''۔

نواب دبیر الدولہ درحقیقت حکیم مشرب یا صوفی مذہب تہے کسی زمانہ مین مرکا شاہ

سے کے جو نہایت معزز چیلے رسول شاہ جی کے تھے مرید ہوے تھے۔ رسول شاہیون کے جو مرید تھے اونکو خواہ مخواہ یہ ضرور نہ تھا کہ تجرد اختیار کرین اور ڈاڑھی مونچھہ کا صفایا کردین بلکہ وہ بھی اونکے مریدون مین داخل تھے جو تاہل کرتے تھے اور دنیادارون کیسی زندگی بسر کرتے تھے۔ یہی حال نواب دبیر الدولہ کا تھا۔ مگر دو برس قبل اپنی وفات کے اونکو خیال ہوا کہ ایکدفعہ تو اپنے مرشد کے طریقہ مین پورے طور پر داخل ہونا چاہیے

حجام جو حاضر ہوا اوس سے کہا کہ ڈاڑھی مونچھہ کا صفایا کردے اوس نے اوس نورانی اور نہایت خوبصورت ڈاڑھی اور مونچھون کو مونڈ دیا شہر مین اسکا بڑا چرچا ہوا اور لوگون نے نہایت تعجب کیا مگر اونکو اسکی پروا نہ تھی۔ ایکدفعہ کے سوا پھر ڈاڑھی مونچھہ کا صفایا نہین کیا۔ اور جب انتقال ہوا ہے تو ڈاڑھی کسی قدر بڑی ہوگئی تھی۔

نواب دبیر الدولہ کے ذکر کے ساتھہ اونکے نہایت قدیم اور پرانے دیوان لالہ ملوک چند کا ذکر نہ کرنا نہایت ناانصافی ہوگی۔ یہ اونکے بہت قدیم دیوان تھے اور نہایت فہمیدہ اور سنجیدہ تھے۔ نواب دبیر الدولہ کے مزاج مین بھی کسی قدر دخل تھا او وقت بیوقت ہر ایک بات عرض کرسکتے تھے۔ نواب ممدوح بھی اونکو بہت عزیز رکھتے تھے۔ قبل انتقال جب نواب صاحب نے اپنی جایداد تقسیم کی تو جسقدر روپیہ اپنے بھائیون کو دیا اوسی قدر اس قدیم ملازم کو بھی دیا۔ نواب صاحب کے انتقال کے بعد لالہ ملوک چند تا روز مرگ نواب زین العابدین خان کے ملازم رہے۔ باوجودیکہ اونکے بیٹون کو بہت عروج ہوگیا تھا مگر انہون نے اپنی قدیم ملازمت کو نہین چھوڑا تھا۔

دبیرالدولہ کے دو بیٹے تھے۔ بڑے کا نام خواجہ وحیدالدین احمد اور چھوٹی کا نام خواجہ زین العابدین خان تھا۔ جب مرزا جہانگیر کا الہ آباد مین انتقال ہوا اور وہ زمانہ نواب دبیرالدولہ کی وزارت کا تھا تو مرزا جہانگیر کی لاش الہ آباد سے دلی مین لانیکو خواجہ وحیدالدین احمد تجویز ہوے۔ وہ الہ آباد گیے اور مرزا جہانگیر کی لاش وہان سے لے آیے اور متصل مزار حضرت سلطان نظام الدین مدفون ہوے۔

اس وجہ سے نواب ممتاز محل کو وحیدالدین احمد خان پر حد سے زیادہ مہربانی ہوگئی۔ اور کہا کرتی تہین کہ وہ وحیدالدین خان کو مرزا جہانگیر کے برابر سمجھتی ہون، اور مرزا تیمور شاہ جو ایک صغیر سن بیٹے مرزا جہانگیر کے تہے اونکی گود مین دیا اور مرزا تیمور شاہ کی سرکار بجاے مرزا جہانگیر کی سرکار کے نہایت شان و شوکت سے قائم ہوی اور وحیدالدین خان اوسکے مختار کل مقرر ہوے اور مختارالدولہ کا اونکو خطاب ہوا۔ یہہ واقعہ سنہ ۱۲۳۸ ہجری مطابق سنہ ۱۸۲۲ع کا ہے۔ مگر اوس وقت نواب دبیرالدولہ بدستور وزیر تہے۔

اوسکے بعد نواب دبیرالدولہ نے استعفا دیا اور بہت سے انقلابات سرکار بادشاہی مین ہوے۔ مگر جو عروج اور رسوخ نواب مختارالدولہ کو سرکار تیمور شاہ اور نواب ممتاز محل مین تہا اوس مین کچہہ فرق نہین ہوا۔ نواب ممتاز محل کے انتقال کے برس ڈیڑھ برس پہلے کسی بات سے ناراض ہوکر لکہنو چلے گیے۔ جبکہ نواب علی نقی خان نایب تہے۔ چند سال وہان بہی نہایت عروج سے رہے۔ پہر وہان سے واپس آیے اور دلی مین رہنے لگے جب غدر سنہ ۱۸۵۷ع کے بعد دلی فتح ہوی تو چیلون کے کوچہ مین بعض لوگون نے فوج انگریزی

سی کچھہ فساد کیا۔ سپاہی مکان مین گہس پڑے اور نواب مختار الدولہ کے مکان مین جنہین کا
ایک دروازہ چیلون کے کوچہ کیطرف تہا گہس آیے۔ اوسوقت نواب وحیدالدین خان جو
ضعیف ہوگیے تہے نماز عصر پڑھ رہے تہے کسی سپاہی نے عین نماز کی حالت مین
اونکے گولی ماری اور اونکا انتقال ہوگیا۔

خواجہ زین العابدین احمد اونکے چہوٹے بیٹے نے اپنی تمام زندگی نہایت خوبی اور امیری
سے بسر کی اپنے والد کے مرنے کے بعد انہون نے اپنے والد کا خطاب حاصل کرنیکی
کچھہ پروا نہ کی مگر سنہ ۱۲۶۳ ہجری مطابق سنہ ۱۸۴۶ء کے بہادر شاہ نے اونکو دبیر الدولہ خواجہ
زین العابدین احمد خان بہادر مصلح جنگ کا خطاب عطا کیا اور قبل غدر ۲۲ اکتوبر سنہ ۱۸۵۶ء
مطابق سنہ ۱۲۷۳ ہجری کے اونکا انتقال ہوا۔

اونکی زندگی عجیب مختلف شوقون مین بسر ہوی ہے۔ زمانہ تعلیم کے گذرنے اور اپنے
باپ سے علم ہیئت اور ریاضیات کو پورے طور پر پڑہنے کے بعد اونکو گانے اور بین بجانیکا
شوق ہوا اور یہہ شوق کسی نہ کسی قدر اخیر عمر تک رہا۔

بین جو ایک نہایت عجیب اور عمدہ باجا ہندوستان کا ہے اوسکو خود اپنے ہاتھہ سے
بناتے تہے اور اوسکے تونبون اور ٹہاٹہہ مین ایسی ایجادین کی تہین کہ لوگ متعجب ہوگیے
تہے۔ ٹہاٹ کے پردون کے مقامات کی جنسے سُر پیدا ہوتے ہین ہندسی قاعدہ سے
نسبتین نکالی تہین اور انہین نسبتون سے ڈنڈی کو تقسیم کرکے پردے بٹہا دیتے تہے۔
بین مین ٹہاٹ کے پردے موم سے جمایے جاتے تہے۔ جب انہون نے

اوسکی نسبتین نکالین تو بیتل کی کمانیون سے اونکو مقامات معین کرکس دیتے تھے۔ یہہ ایک ایسی ایجاد تھی کہ اگر یورپ کے کسی باجے مین اس قسم کی ایجاد ہوتی تو شاید ہمیشہ کو اوسکا یہ کمال یاد رہتا۔ ایک زمانہ ایسا آتا تھا کہ اونکو بجز ان چیزون کے شغل کے اور طرف توجہ نہین ہوتی تھی۔ بڑے بڑے نامی گویے دہرپت و خیال گانیوالے نوکر ہین بینین تیار ہو رہی ہین میر ناصر احمد جو مشہور بین بجانیوالے ہمت خان اور راگ رس خان کے نواسون مین سے تھے مگر اونکے باپ نہایت صحیح النسب سید تھے وہ آتے ہین اور بین بجتی ہے اور بین بجانے کے فن کے کمال کو دکہایا جاتا ہے۔

اوس زمانے کی بعض مجلسین بہی قابل یادگار ہین خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کے جانشین ہر مہینے کی چوبیسوین کو رات کے وقت ایک جلسہ درویشانہ کیا کرتے تھے۔ اوسمین بڑے بڑے گویے آتے تھے۔ دہرپت و خیال گاتے تھے اور میر ناصر احمد بین بجاتے تھے۔ نواب زین العابدین خان ہمیشہ جاتے تھے۔ راقم بہی بہت دفعہ اونکے ساتھ اون جلسون مین گیا ہے۔ خواجہ محمد نصیر صاحب جو نہایت بزرگ مقدس تھے اوس زمانہ مین سجادہ نشین تھے۔

اور ایک جلسہ مگر اس جلسہ سے مختلف قسم کا ہر مہینے کی ستر ہوین کو ہوا کرتا تھا۔ راے پران کشن ایک معزز رئیس اور نہایت ہی ضعدار اور دولتمند تھے اور اوسی زمانہ مین ایک طوائف جو نہایت خوش آواز اور دہرپت خیال گانے اور بین بجانے مین بیمثل تھی اوسکا نام چنا تھا۔ اوسنے اپنا تمام پیشہ چہوڑ دیا تھا اور راے پران کشن کے گہر

پڑ گئی تھی۔ اوسکی خاطر سے وہ ہر مہینہ کی سترہوین کو ایک جلسہ کیا کرتے تھے۔
مکان نہایت عمدہ فرش و فروش سے آراستہ ہوتا تھا۔ شیشہ آلات سے جو اوس زمانہ مین مروج تھے بہت ہی عمدگی اور خوبصورتی سے سجایا جاتا تھا۔ شہر کے رئیس خصوصًا وہ جنسے راے پران کشن سے دوستی تھی بلالیے جاتے تھے۔ بڑے بڑے گویے اور بہادر خان ستارن جو ستار بجانے مین بےمثل تھا اور میر ناصر احمد جو بین بجانے مین اپنا مثل نہین رکھتے تھے سب جمع ہوتے تھے۔

بی جنّا کے لیے صدر کے مقابل بائین سمت مین مسند تکیہ لگتا تھا اور لوگ اونکے آنیکا انتظار کرتے تھے۔ جب وہ کوٹھے پر سے اوترتین اور اونکے پانون کے زیور کی آواز آتی تو لوگ زیادہ مشتاق ہوتے تھے۔ وہ نہایت متانت اور غرور سے آکر مسند پر بیٹھتی تھین۔ اول دھرپت خیال گاتی تھین اور پھر بین بجاتی تھین اور پھر اوٹھکر کوٹھے پر چلی جاتی تھین۔ لوگ اونکے گانے بجانے کی نہایت تعریف کرتے تھے۔ نواب زین العابدین خان ہمیشہ اس جلسہ مین جاتے تھے راقم بھی متعدد دفعہ اونکے ساتھ ان جلسون مین گیا ہے۔

کبھی اون کو فن ریاضی سے شوق ہوتا تھا۔ دن رات بجز آلات رصد کے بنانے اور کواکب کے رصد کرنے کے اور کوئی شغل نہ تھا۔ جو کہ خود بہت بڑے دستکار تھے تمام آلات رصد اپنے ہاتھ سے بناتے تھے۔ نہایت بڑے قطر کا برنجی کرہ اور برنجی اصطرلاب اپنے ہاتھ سے ایسا عمدہ بنایا تھا جو عجائب روزگار سے تھا۔

اسکے سوا بہت سے آلات مثل ذات الحلقتین اور ذات الحلق۔ ربع مجیب ربع مقنطر

ہلزون۔ جریب الساعۃ۔ مقیاس الساعۃ افقی و افاقی۔ پرکار تقسیم۔ پرکار تناسبہ اور اسیطرح جر ثقیل کے آلات اور آلات رصد برجندی کے تمام نمونے خود اونکے ہاتھہ کے بنائے ہوسے تھے۔ اور انکا وہ کمرہ جسمین یہہ آلات رکھے جاتے تھے ایک رصدخانہ معلوم ہوتا تھا۔

کسی زمانہ مین اونکو پتنگ بازی کا شوق ہوتا تھا۔ اوس زمانہ مین بجز اوسکے اور کسی چیز کا چرچا نہ رہتا۔ اپنے ہاتھ سے پتنگ بناتے تھے اور خود لڑاتے تھے پتنگ بنانے کو بھی انہون نے ایک علمی چیز کر دیا تھا۔ اور ایک سالہ صنعت پتنگ مین لکھا تھا اور اقلیدس کیطرح اوسکی شکلین اور اوسکی نسبتین قائم کی تھین اور اونکی ہر ایک قسم کی خاصیتین لکھی تھین کہ فلان قسم کا پتنگ اتنی دور جا کر یہہ کام کریگا اور فلان قسم کا وہ کام کریگا مگر افسوس ہے کہ وہ سالہ غدر مین ضائع ہوگیا۔

کسی زمانہ مین اونکو تیر اندازی کا شوق ہوتا تو بجز تیر اندازی اور کمانون اور تیرون کے بننے اور سہ پہر کو تیر اندازی کے جلسون کے اور کچھہ نہوتا تھا۔ مگر وہ جلسے ایسے نہین ہین جنکی خوبی اور عمدگی اور شان کو اور اون امرا اور سلاطین کے تزک کو جو تیر اندازی کے جلسون مین آتے تھے بیان کیا جا سکے۔

تیر اندازی کا فن انہون نے سید محمد متقی خان راقم کے والد سے جو اس فن مین نظیر تھے سیکھا تھا اور اوسمین ایسا کمال پیدا کیا تھا کہ خود اپنے ہاتھ سے کمانین اور

ہر قسم کے تیر بناتے تھے اونکی ہاتھہ کی بنائی ہوئی کمانین کشمیر کی بنی ہوئی کمانون سے زیادہ عمدہ
سمجھی جاتی تھین - بڑی خوبی اون کمانون مین یہ تھی کہ برسات مین رخ نکرتی تھین -
تیراندازی کے لیے گھر مین تودہ تیار ہوتا تھا اور تیسرے پہر کو شہر کے اکثر امرا اور رئیس
اور بعض سلاطین جمع ہوتے تھے اور نہایت نفیس جلسہ ہر روز ہوا کرتا تھا اور جو صنعت
اور خوبی تیراندازی کی ظاہر ہوتی تھی وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی - اوس زمانہ مین آیا سنگھہ
ایک تیرانداز تھا جو نہایت کڑی کمان کھینچتا تھا - مگر جب اون لوگون کا جو اوس سے نرم
کمان کھینچتے تھے تیر زیادہ تودہ مین کارگر ہوتا تھا تو بڑا لطف ہوتا تھا - اوس زمانہ مین
ایک پیر مرد مسلمان تھے - اونکو تیراندازی کا بڑا شوق تھا - میر الا اللہ اونکا نام پڑگیا تھا
کیونکہ وہ تیر لگاتے وقت الا اللہ کہا کرتے تھے - وہ غریب آدمی تھے - سامان تیراندازی
کا اونکو نواب زین العابدین خان دیتے تھے - وہ تیر لگانا بھی اچھا نہین جانتے تھے - مگر
تیراندازی کی مجلس مین وہ سب لوگون کو ہنسانے اور خوش کرنیوالے تھے - ایک ذی عزت
ہندو مرصع ساز کو بھی تیراندازی کا بہت شوق تھا - اور تیر لگاتے وقت اللہ غنی کہتا تھا -
اوسکا نام "اللہ غنی" ہی پڑ گیا تھا - ان باتون کے لکھنے سے ہمارا مطلب یہہ ہے
کہ پڑہنے والون کو معلوم ہو کہ اوس زمانہ مین کیسی عمدہ صحبتین تھین - اب وہ سب خواب و خیال ہین
آخر عمر مین ان سب چیزون کا شوق نہین رہا تھا - کبھی کبھی کسی کو اور خصوصاً خواجہ
ہاشم علیخان اپنے بیٹے کو جو مثل تیرے ہین اور لائق اور نیکی اور سعادتمندی مین فرشتہ خصلت
تھے ریاضیات مین سے کسی کتاب کا سبق پڑہا دیتے تھے -

خواجہ فریدالدین احمد کی تین بیٹیان تہین ایک عزیزالنسا بیگم والدہ اقم کی دوسری فاطمہ بیگم اور تیسری فخرالنسا بیگم۔

عزیزالنسا بیگم نہایت لائق ذہین۔ قدرتی نہایت عالی دماغ تہین۔ وہ صرف قران مجید پڑہی ہوی تہین اور کسی زمانہ مین فارسی کی بہی کچہہ ابتدائی کتابین پڑہی تہین مین نے خود گلستان کے چند سبق اونسے پڑہے ہین اور اکثر ابتدائی فارسی کتابون کے سبق اونکو سنایے ہین۔ مجکو خوب یاد ہے کہ جب مین اونکو سبق سناتا یا نیے سبق کا مطالعہ اونکے پاس بیٹھکر دیکہتا تو وہ سوت کی گوندہی ہوی تین لڑین ایک لکڑی مین بندہی ہوی میری تنبیہ کو اپنے پاس رکہہ لیتی تہین۔ اگرچہ وہ خفا تو کئی دفعہ ہوی ہونگی مگر اون سوت کی لڑون سے مجہے کبہی مار نہین پڑی۔

اونکی تعلیم اور اونکی نصیحتین نہایت ہی حکیمانہ اور دل پر اثر کرنیوالی تہین۔ مجکو یاد ہے کہ ایک شخص سے جسکے ساتھہ مین نے نیکی کی تہی۔ میرے ساتھہ نہایت بدی کی اور تمام وجہ ثبوت جس سے اوسکو فوجداری عدالت سے کافی سزا مل سکتی تہی میرے ہاتہہ آگئی میرے نفس نے مجکو بہکایا اور انتقام لینے پر آمادہ کیا۔ میری والدہ مرحومہ نے یہ خبر سنکر مجہہ سے کہا کہ اگر تم اوسکو معاف کرو تو اس سے عمدہ کوئی کام نہین ہے۔ اگر تمکو اوسکی بدی کی حاکم سے سزا دلوانی ہے تو نہایت نادانی ہے کہ اوس قوی اور زبردست احکم الحاکمین کے چنگل سے جو ہر ایک کے اعمال کی سزا دینے والا ہے اپنے دشمن کو چہوڑا کر ضعیف و ناتوان دنیا کے حاکمون کے ہاتہہ ڈالنا چاہو پس اگر دشمنی اور انتقام ہی منظور ہے تو قوی حاکم کے

ہاتھہ مین اوسکو رہنے دو۔ اس نصیحت کا میرے دل پر ایسا اثر ہے کہ کبھی مین نہین بہولا اور نہوگا۔ اور جبسے میرے دل مین کسی شخص سے گو اوسنے میرے ساتھہ کیسی ہی دشمنی کی ہو انتقام لینے کا خیال تک نہین آیا۔ بلکہ اونکی نصیحت پر غور کرنے سے میرے دل مین یہ بات پیدا ہوگئی ہے کہ اب مین یہہ بہی نہین چاہتا کہ آخرت مین خدا بہی اوس سے میرا بدلہ لے۔

جس زمانہ مین میری عمر گیارہ بارہ برس کی تہی مین نے ایک نوکر کو جو بہت پرانا اور بڈہا تہا کسی بات پر تہپڑ مارا۔ جس وقت میری والدہ کو خبر ہوی اور تہوڑی دیر کے بعد مین گہر مین گیا تو میری والدہ نے ناراض ہوکر کہا کہ وہ اسکو گہر سے نکال دو جہان اسکا دل چاہے چلا جاوے۔ یہہ گہر مین رہنے کے لائق نہین ہا چنانچہ ایک ماما میرا ہاتھہ پکڑکر گہر سے باہر لے گئی اور باہر سڑک پر چہوڑ دیا۔ اوسی وقت ایک ماما دوسرے گہر سے یعنی میری خالہ کے گہر سے جو قریب تہا نکلی اور مجکو میری خالہ کے گہر مین لیگئی۔ میری خالہ نے کہا کہ وہ دیکہو تمہاری والدہ تم سے کسقدر ناراض اور غصہ ہین اور اس سبب سے جو تمکو گہر مین رکہیگا اوس سے بہی خفا ہونگی۔ مگر مین تمکو چہپا رکہتی ہون،، اور کوٹہے پر کے ایک مکان مین مجہکو چہپا دیا۔ تین دن تک مین اوس کوٹہے پر چہپا رہا۔ میری خالہ میرے سامنے نوکرون اور میری بہنون کو کہتی تہین کہ دو دیکہنا آپا جی یعنی میری والدہ کو خبر نہو کہ یہان چہپے ہوسے ہین،، تین دن بعد میری خالہ جنکو مین آپا جان کہا کرتا تہا میری والدہ کے پاس قصور معاف کرانیکے واسطے لے گئین۔ انہون نے کہا کہ اگر اوس نوکر سے قصور معاف

کرایے تو مین معاف کر دونگی - وہ نوکر ڈیوڑہی پر بلایا گیا مین نے اوسکے آگے ہاتہہ
جوڑے جب تقصیر معاف ہوی - بلاشبہہ ایک اچھی ماں ہزار اوستادون سے بہتر ہے
اونکی چند خاص عادتون مین سے ایک یہہ امر تہا کہ لاوارث بڑہیا عورتونکی ہمیشہ خبر گیری
کرتی تہین - زنانہ مکان کے باہر بطور جلو خانہ کے ایک میدان تہا اور اوسکے ایکطرف
متعدد کوٹہریان ایکدوسرے ملازمونکے رہنے کے لیے بنے ہوے تہے - غریب اور لاوارث
بڑہیا عورتون کو اوس مین رکہتی تہین - منجملہ اونکے ایک لاوارث بڑہیا مسماۃ زیبا تہی
اتفاق سے ایک زمانہ مین میری والدہ بہی بیمار ہوئین اور زیبا بہی بیمار ہوی بیماری بہی
قریب قریب ایک ہی تہی - جو دوا اونکے لیے تیار ہوتی تہی اوسی مین سے زیبا کو پلاتی
تہین - دونون کو صحت ہو گئی - مگر حکیم معالج نے میری والدہ کے لیے ایک نسخہ
معجون کا جو قیمتی تہا تجویز کیا جسقدر تیار ہوا وہ مقدار مین ایک ہی شخص کے لیے چند روز
تک کہانے کے لائق تہا - مین اوس زمانہ مین دلی مین منصف تہا - مین اوس معجون
کو تیار کر کے لیگیا اور کہا کہ یہہ اتنے دنونکی خوراک ہے اسکو استعمال فرمایئے - انہون
نے اوسکو لے لیا اور اس خیال سے کہ وہ معجون زیبا کے لیے بہی ایسی ہی مفید ہوگی
جیسی کہ مجکو اور اون کو یقین نہ تہا کہ زیبا کے لیے بہی ایسی معجون تیار کر دیجاویگی - اسلیے
خود انہون نے اوس معجون کو نہین کہایا اور خفیہ خفیہ زیبا کو کہلایا اور اوس معجون سے
زیبا کی صحت مین بہت ترقی ہوئی اوسی کے ساتہہ اونکی صحت مین بہی زیادہ ترقی ہوگی - چند روز بعد مین نے
اونسے کہا کہ اوس معجون نے آپکو بہت فائدہ کیا وہ نہین اور کہا تمہارے نزدیک بغیر دوا کے خدا صحت

نہین دیتا، مین متعجب ہوا۔ اوسوقت معلوم ہوا کہ وہ معجون اونکے عوض نریا نے کہائی اور خدا نے دونون کو صحت عطا کی۔ ایک کو بحیلہ دوا کے اور ایک کو محض اپنے فضل و کرم سے۔

اون کا دستور تہا کہ جو کچھہ گہر مین آتا روپیہ پیسہ۔ گانون کا یا ملکون کا غلہ مکانون کا کرایہ۔ تنخواہ قلعہ کی۔ باغون کا میوہ سب مین سے بحساب پانچ فیصدی کے خدا کے نام پر علیحدہ کر دیتی تہین۔ اپنی بہنون اور بہانجیون پر بہی تاکید تہی کہ اسیطرح پانچ فیصدی کے حساب سے خدا کی راہ پر دیا کرین اور جسقدر روپیہ اسطرح پر جمع ہوتا اوسکو نہایت عمدگی اور خوبی اور ایک انتظام سے خیرات مین صرف کرتین۔

اس طرح پر اونکے پاس ایک معقول سرمایہ جمع ہوجاتا تہا۔ اور اوس مین سے غریب پردہ نشین عورتونکی جو معاش سے تنگ ہوتین امداد کرتین۔ غریب عورتونکی جوان لڑکیون کے نکاح کو دیتی تہین اور اسطرح پر بہت سی ان لڑکیون کا اونکی امداد سے نکاح ہوا ہے نوکری پیشہ یا غریب اور مفلس خاندانونکی جوان لڑکیاں جو بیوہ ہوجاتی تہین اونکا دوسرا نکاح کر دینے کی نصیحت کرتین اور اونکے نکاح کر دینے کو روپیہ سے امداد کرتین۔ وہ عموماً لوگون کو سمجہاتین کہ نکاح ثانی نکرنا دوسری چیز ہے مگر نکاح ثانی کو معیوب سمجہنا یا جسنے نکاح ثانی کیا ہے اوسکو حقیر و ذلیل سمجہنا سخت گناہ ہے۔

غریب رشتہ دارون کے گہر مین جاتین اور خفیہ طور پر یا کسی حیلہ سے اونکی امداد کرتین۔ بعض رشتہ دار ایسے بہی تہے کہ انہون نے ایسی عورتون سے شادی کر لی تہی جنسے

ملنا لوگ معیوب سمجھتے تھے۔ مگر اونکا قول تھا کہ خدا کے حکم سے صلہ رحم سب پر مقدم ہے وہ خود اونکے گہر جاتین اور اونکی اولاد کے ساتھہ شفقت سے پیش آتین اور اونکے ساتھہ سلوک کرتین۔

اونکو ہر ایک بات مین خدا پر بہت توکل تھا وہ یہہ کہا کرتی تھین کہ دوکھہ بیماری مین علاج کرنا۔ دوا دینا صرف ایک حیلہ ہے۔ شفا دینے والا خدا ہے۔ اگر دوا اور حکیمون کے علاج سے لوگ مرا نہ کرتے توتب لوگ خدا کو بہول جاتے،، وہ کہتی تھین کہ وہ اگر سیتلا کے پوجنے سے لڑکیان لڑکے سیتلا کی بیماری سے نہ مرتے تو تمام دنیا بجز اونکے جنکو خدا بچاتا کافر ہوجاتی،،۔

کبہی کوئی منت و نذر و نیاز کسی امر کے لیے اونہون نے نہین مانی۔ گنڈے تعوید پر اور تارے نجون یا دنونکی سعادت و نحوست پر اونکو مطلق اعتقاد نہ تہا لیکن اگر کوئی کرتا تو وہ اوسکو منع نہ کرتین اور کہتین کہ اگر اون لوگون کو اس سے منع کیا جاوے اور نہ کرنے دیا جاوے اور اتفاق سے وہ امر پیش آجاوے جسکے خوف سے وہ گنڈہ تعوید کرتے ہین یا سعادت و نحوست دیکھتے ہین تو اونکے ایمان مین زیادہ خلل آجاویگا اور وہ یقین کرینگے کہ ایسا نہ کرنے سے یہہ ہوا اور اگر ایسا کیا جاتا تو یہہ نہوتا۔ اونکا قول تہا کہ ہر بات کے لیے صرف خدا سے دعا کی جاوے پہر وہ جو چاہیگا وہ کریگا۔

وہ کہتی تہین کہ جو مصیبتین جو انسانون پر پڑتی ہین اوس مین بہی خدا کی کچھہ حکمت ہوتی ہے مگر بندے اوس حکمت کو نہین سمجھہ سکتے،،۔

میری ننہیال کو شاہ عبدالعزیز سے اور اونکے خاندان سے بہت عقیدت تہی مگر میری والدہ کو حضرت شاہ غلام علی سے بیعت و عقیدت تہی اور شاہ صاحب کے ہان اس قسم کی باتون کا پتہ بہی نہ تہا۔ اونکی عادت تہی کہ جب کوئی اونکے پاس کوئی حاجت لیجاتا تو وہ اوسیوقت ہاتہہ اوٹہاتے اور سب حاضرین سے کہتے کہ "دعا کرو کہ خدا اسکی آرزو پوری کرے"۔ یہی عقیدہ میری والدہ کو بہی مستحکم تہا۔

میری ننہیال کے بعض لوگ توہمات مین مبتلا تہے اور شاہ عبدالعزیز کے ہان جو کچہہ ہوتا تہا اوسپر اعتقاد رکہتے تہے۔ شاہ عبدالعزیز اور اونکے خاندان کے بزرگ لڑکون کو بعض بیماریون سے محفوظ رہنے کے لیے ایک گنڈہ دیا کرتے تہے جس مین ایک تعویذ ہوتا تہا اور اوس تعویذ مین ایک حرف یا ہندسہ سفید مرغ کو ذبح کر کے اوسکے خون سے لکہا جاتا تہا اور جس لڑکے کو پہنایا جاتا تہا بارہ برس کی عمر تک انڈا یا مرغی کہانے کا اوسکو امتناع ہوتا تہا۔

سید حامد اور سید محمود میرے دونون بیٹون کو بہی اونکی ننہیال والون نے وہ گنڈہ پہنایا۔ مگر میری والدہ کو خیال تہا کہ اس گنڈہ کے سبب سے انڈا یا مرغی نہ کہانا اور یہہ سمجہنا کہ اگر کہاوینگے تو کوئی آفت آویگی خدا پر ایمان رکہنے کے برخلاف ہے۔ وہ اون دونون لڑکون کو جب کبہی وہ اونکے ساتہہ کہاتے اور کوئی ایسی چیز بہی موجود ہوتی جس مین انڈا پڑا ہو یا مرغی کا سالن یا مرغ پلاؤ ہوتا تو بے تامل اونکو کہلا دیتین۔ وہ لڑکے پراٹہے اور انڈا پسند کرتے تہے۔ بے تامل اونکو پکوا کر کہلا دیتی تہین۔

مین جب دلی مین منصف تہا تو میری والدہ مجہکو نصیحت کرتی تہین کہ وہ جہان جہان تم جانا لازمی سمجہتے ہو اور ہر حالت مین تمکو وہان جانا لازمی ہوگا تو تم وہان کبہی سواری پر جایا کرو کبہی پیادہ پا۔ زمانہ کا کچہہ اعتبار نہین ہے۔ کبہی کچہہ ہے اور کبہی کچہہ۔ پس ایسی عادت رکہو کہ ہر حالت مین اوسکو نباہ سکو۔ چنانچہ مین نے جامع مسجد اور حضرت شاہ غلام علی صاحب کی خانقاہ مین جانے کا یہی طریقہ اختیار کیا تہا کہ اکثر دونون جگہہ پیدل جاتا تہا اور کبہی سواری پر۔

میرے بہائی سید محمد خان اور حکیم غلام نجف صاحب سے بہت دوستی تہی آپس مین بہائی بہائی کہتے تہے۔ مین بہی اونکو اپنے بڑے بہائی کی برابر سمجہتا تہا۔ سید محمد خان کے انتقال کے بعد جب مین دہلی مین منصف ہوکر آیا تو مین اوسی طرح حکیم غلام نجف صاحب سے ملتا تہا۔ ہفتہ مین دو روز اونکے پاس جاتا تہا اور وہ بہی وقت معین مین میرے پاس آتے تہے۔ اتفاقاً حکیم غلام نجف صاحب کچہہ ناراض ہوگیے۔ مین بدستور اونکے پاس جاتا رہا اور ملتا رہا۔ مگر اونہون نے آنا چہوڑدیا۔ بہت دنون تک مین نے اسکا کچہہ خیال نہ کیا۔ آخر کو مین نے بہی اونکے ہان جانا بہت کم کردیا۔ ایک دفعہ میری والدہ نے مجہہ سے کہا کہ دو مین سمجہتی ہون کہ تم اب حکیم غلام نجف کے پاس بہت کم جاتے ہو اسکا کیا سبب ہے'' مین نے جو بات تہی وہ کہی۔ انہون نے کہا ''نہایت افسوس ہے کہ جس بات کو تم اچہا نہین سمجہتے وہی بات تم بہی کرتے ہو۔ جہان دوستی ہے اوسکا پورا کرنا چاہیے۔ یہ تمہارا فرض ہے اور اوس دوست کو دوستی کا پورا برتاؤ کرنا اوسکا

فرض ہے تم دوسری شخص کے فرض کے ادا کرنے کے کیون ذمہ وار ہوتے ہو تمکو بدستور
ملنا اور اپنا فرض ادا کرنا چاہیے - اس سے تمکو کیا کہ دوسرا بہی اپنا فرض ادا کرتا
ہے یا نہین ،، -

اس زمانہ مین کہ میرے خیالات مذہبی محققانہ اصول پر ہین اس وقت بہی مین اپنی
والدہ کے عقائد مین کوئی ایسا عقیدہ جسپر کسی قسم کے شرک یا بدعت کا اطلاق ہوسکے
نہین پاتا بجز ایک عقیدہ کے کہ وہ سمجہتی تہین کہ عبادت بدنی یعنی قرآن مجید پڑہکر
بخشنے کا یا فاتحہ دیکر کہانا تقسیم کرنے کا ثواب مُردے کو پہونچتا ہے -

مین ان دونون باتون کا قائل نہین ہون - عبادت بدنی مین تو مین نیابت کا
قائل نہین ہون اور عبادت مالی مین بہی بجز اوس صورت کی کہ متوفی اپنی زندگی مین کچہہ مال
کسی کار خیر کے لیے کسی کے سپرد کر جاوے نیابت کا قائل نہین ہون - تعجب ہے
کہ میرا عقیدہ اس زمانہ کے وہابیون یا اہل حدیث سے بہی زیادہ سخت ہے - کیونکہ گو وہ
عبادت بدنی کے ثواب پہونچنے مین مختلف ہین مگر ہر حالت مین عبادت مالی کے ثواب
پہونچنے مین سبکو اتفاق ہے -

ایک امر جو نہایت صبر و استقلال کا اون سے ظہور مین آیا وہ نہایت ہی عجیب ہے
اور بہت کم اوسکی نظیر مل سکتی ہے - سید محمد خان اونکے بڑے بیٹے نے سینتیس ۳۷ اڑتیس ۳۸
برس کی عمر مین انتقال کیا - میری والدہ اور تمام لوگ چہوٹے بڑے اونکے زمانہ بیماری مین
بیمارداری اور علاج معالجہ مین مصروف تہے - میری والدہ ہر وقت اونکے پاس بیٹہی رہتی تہین

قریب ایک مہینہ کے وہ بیمار رہے۔ آخرکار ایک دن صبح کے وقت اونکا انتقال ہوگیا سب لوگ گریہ وزاری کرنے لگے۔ جو رنج وغم اونکو ہوا ہوگا ظاہر ہے کہ اوس سے زیادہ کسی کو نہوا ہوگا۔ بے اختیار اونکی آنکھون سے آنسو نکلتے تھے۔ لیکن اوسی حالت مین انھون نے کہا کہ "وہ خدا کی مرضی"۔ اور وضو کرکے صبح کی نماز پڑہنے لگین اور اشراق تک مصلے پر سے نہین اوٹھین۔ مین اوس زمانہ مین فتحپور سیکری مین منصف تہا۔ اس واقعہ کے بعد مین نے دہلی مین اپنی تبدیلی کرالی۔

اتفاق سے بعض رشتہ دارون کی ایک بیٹی (دختر) کی شادی اوسی زمانہ مین قرار پاچکی تھی اور صرف چار دن شادی کے باقی رہے تھے۔ اور وہ تمام سامان شادی کا کرچکی تھین کہ سید محمد خان کا انتقال ہوگیا اور جیسا کہ دستور ہے اون لوگون نے اس لڑکی کی شادی کو ملتوی کرنا چاہا۔ میری والدہ تیسرے دن اپنے بڑے بیٹے کے انتقال اور ایسے سخت صدمہ کی حالت مین خود اون رشتہ دار کے گہر مین گئین اور کہا کہ "مین تمہاری بیٹی کی شادی مین آئی ہون۔ تین دن سے زیادہ ماتم رکھنے کا حکم نہین ہے۔ شادی کے ملتوی کرنے سے تمہارا بڑا نقصان ہوگا اور جو امر کہ خدا کو منظور تہا وہ ہو چکا۔ تم ہرگز شادی کو ملتوی مت کرو۔ اور جبکہ مین خود تمہارے گہر مین آئی ہون اور شادی کی اجازت دیتی ہون تو اور کوئی کیا کہہ سکتا ہے"۔

اگر لوگ ان باتون پر غور کرین تو سمجھ سکتے ہین کہ میری والدہ کیسی عالی خیال۔ اور نیک صفات اور عمدہ اخلاق۔ دانشمند اور دور اندیش۔ فرشتہ صفت بی بی تہین اور

ایسی ماں کا ایک بیٹے پر جسکی اوسنے تربیت کی ہو کیا اثر پڑتا ہے۔

وہ مجھکو نصیحت کرتی تہین کہ "اگر کسی نے ایک دفعہ تمہارے ساتھہ نیکی کی ہو اور پھر برائی کرے۔ یا دو دفعہ نیکی کی ہو اور دو دفعہ برائی کرے تو تمکو آزردہ نہونا چاہیے۔ کیونکہ ایک یا دو دفعہ کی نیکی اور ایک یا دو دفعہ کی برائی برابر ہوگئی۔ مگر نیکی ایسی چیز ہے کہ اوسکے بعد نیکی کرنیوالا کیسی ہی برائی کرے اوسکی نیکی کے احسان کو بھلایا نہین جاسکتا"۔

مگر افسوس ہے کہ ایسی نیک بی بی کو اخیر عمر مین تکلیف پہونچی۔ جس زمانہ مین غدر ہوا مین بجنور مین صدر امین تہا اور میری والدہ اور گہر کے لوگ اور بچے اور سب عزیز و اقارب دہلی مین تہے۔

وہ زمانہ غدر مین لوگون سے کہتی تہین کہ "انگریز تہوڑے دنون مین پہر آجاوینگے تم سب خاموش اپنے گہرون مین بیٹہے رہو۔ جو لوگ فساد مین شریک نہونگے انگریز اون کو کچہہ نہین کہنے کے"۔

اونکو یقین کامل تہا کہ "انگریز بجز اونکے جنہون نے فساد کیا ہے کسی کو کچہہ تکلیف نہین دینے کے" جب زمانہ فتح دہلی قریب ہوا اور کشمیری دروازہ فتح ہو گیا۔ سب زن و مرد شہر سے باہر چلے گیے۔ مگر وہ اور اونکی ایک بہن جو نابینا تہین اسی یقین پر کہ انگریز بیگناہون کو نہین ستانے کے اپنے گہر سے نہین گئین۔

۱۵ مگر افسوس کہ اونکا خیال غلط نکلا اور جب دہلی فتح ہوی تو سپاہی گہرون مین

گھس آئے۔ تمام گھر لوٹ لیا۔ وہ مع اپنی بہن کے حویلی کو چھوڑ کر اوس کوٹھری مین چلی آئین جس مین زیبا لاوارث بڑھیا رہتی تہی۔

آٹھہ دس دن انھون نے نہایت تکلیف سے بسر کیے۔ اس عرصہ مین راقم جو بمبئی مین گیا تہا میرٹھہ سے دہلی پہونچا اور اپنی والدہ کے پاس گیا اوس وقت تین دن سے اونکے پاس کہانے کو کچھہ نہ تہا۔ گہوڑے کا دانہ کچھہ مل گیا اوسی پر بسر تہی۔ دو دن سے پانی بہی ہو چکا تہا اور پانی کی نہایت تکلیف تہی۔

مین نے کوٹھری کا دروازہ کھٹکھٹایا اور آواز دی۔ انھون نے دروازہ کہولا پہلا لفظ جو اونکی زبان سے نکلا یہ تہا کہ ”بیٹے تم یہان کیون آگئے یہان تو لوگون کو مارے ڈالتے ہین۔ تم چلے جاؤ ہمپر جو گذریگی۔ گذریگی“۔

مین نے کہا ”آپ خاطر جمع رکھیے مجھے کوئی نہین ماریگا میرے پاس سب حاکمون کی چٹھیان ہین اور مین ابہی قلعہ کے انگریزون اور دہلی کے گورنر سے ملکر آیا ہون“۔ اونکی طمانیت ہوئی اور معلوم ہوا کہ دو دن سے پانی مطلق نہین پیا ہے۔

مین پانی کی تلاش کو نکلا پانی اوس طرف کہین نہین ملا۔ کنوون پر کوئی ایسی چیز نہ تہی جس سے پانی نکالا جاسکے۔ ناچار پہر قلعہ مین گیا اور وہان سے ایک صراحی پانی کی لیکر چلا۔ جب اپنے گہر کے قریب کے بازار مین پہونچا تو دیکھا کہ وہی لاوارث بڑھیا سڑک پر بیٹھی ہے اور اوسکے ہاتھہ مین مٹی کی صراحی اور آبخورہ ہے اور کسی قدر بدحواس ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ بہی پانی کی تلاش کو نکلی تہی۔ تہوڑی دور چلکر بیٹھہ گئی اور پہر اوٹھا نگیا

مجھہ کو معلوم تہا کہ وہ بھی پیاسی ہے۔ دو دن سے پانی نہین ملا۔ مین نے اوسکے آبخورہ مین پانی دیا اور کہا دیا پانی پی لے، اوسنے کپ کپاتے ہاتہون سے آبخورہ کا پانی صراحی مین ڈالا اور کچہہ گرا دیا۔ اور گہر کی طرف اشارہ کیا اور کچہہ کہا جسکا مطلب یہہ تہا کہ بیگم صاحب پیاسی ہین اونکے لیے پانی لیجاؤنگی اور اسی غرض سے پانی صراحی مین ڈالتی تہی۔

مین نے کہا و میرے پاس پانی بہت ہے مین لے آیا ہون تو پانی پی لے پہر آبخورہ مین پانی دیا۔ اوسنے پیا اور لیٹ گئی۔ مین جلدی جلدی گہر کی طرف آیا اور اپنی والدہ اور خالہ کو تہوڑا تہوڑا پانی پینے کو دیا۔ انہون نے خدا کا شکر کیا۔

اب مین گہر سے نکلا کہ کچہہ سواری کا بندوبست کرکے اونکو میرٹہہ لیجاؤن جب اوس مقام پر پہونچا جہان بڑہیا زینا لیٹی تہی تو معلوم ہوا کہ وہ مر چکی ہے سارے شہر مین باوجودیکہ حکام نے بہی احکام جاری کیے لیکن کہین سواری نہ ملی۔ آخر کار حکام قلعہ نے اجازت دی کہ شکرم جو سرکاری ڈاک میرٹہہ کو لیجاتی ہے مجکو دیدیجاوے۔ مین وہ شکرم لیکر گہر آیا اور اپنی والدہ اور خالہ کو اوس مین بٹہا کر میرٹہہ لے آیا۔

منشی الطاف حسین صاحب سررشتہ دار کمشنری میرٹہہ نے جو میرے ساتہہ بچپن سے کہیلے ہوے تہے اور اونکے خاندان اور میرے خاندان سے ارتباط قدیمی تہا میرے رہنے کو ایک مکان خالی کر دیا۔ مین ہمیشہ اونکے اس احسان کو یاد رکہتا ہون۔

اس تکلیف سے میری والدہ کی طبیعت جادۂ اعتدال سے منحرف ہوگئی اور

صفرا کی نہایت شدت ہوگئی - جو دوا یا غذا دی جاتی تہی وہ قی ہو جاتی تہی - کبہی اس مرض مین کچہہ تخفیف ہو جاتی کبہی شدت ہو جاتی - آخرکار اسی مرض مین یکم ربیع الثانی سنہ ۱۲۷۴ ہجری مطابق سنہ ۱۸۵۷ع کے انہون نے بمقام میرٹہہ انتقال کیا - مگر اونکی نیک نیتی کا یہہ نتیجہ تہا کہ انتقال سے چند روز پیشتر اونکی بیٹیاں اور نواسیان اور پوتے اور پوتیان اور بہوئین جو مختلف مقامات مین چلی گئی تہین سب اونکے پاس میرٹہہ مین جمع ہو گئی تہین - اور انہون نے سب کو صحیح و سالم اور خیر و عافیت سے دیکہکر نہایت خوشی کی تہی -

انہون نے انتقال سے ایک روز پہلے صرف دو وصیتین مجکو کین - ایک یہہ کہ اونکو بغلی قبر مین جو مسنون ہے دفن کیا جاوے - دوسری یہہ بات کہی کہ اونکے ذمہ نہ تو کوئی روزہ قضا کا ہے اور نہ کوئی نماز قضا کی ہے - صرف ان ہی دنون کی نمازین اگرچہ مین نے پڑہی ہین لیکن اگر مین زندہ رہتی تو اونکی بہی قضا پڑہتی - میرے مرنے کے بعد تم اوسقدر دنون کی نمازون کا حساب کرکر کفارہ کے گیہون غریبون کو دے دینا - جبکہ دوسرے دن اونہون نے قضا کی تو مین نے اونکی دونون وصیتون کو پورا کیا - اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

تمت بالخیر